

جنت تجرکتھا الانھما

پہرے از سن و یاران سن بہار مرا  
تیاس کن ز گلستان سن بہار مرا

# گلستان مذاق

نواب شیخ احمد حسین جہاں آبادی  
عالیجاخان بہادر شیخ احمد حسین جہاں آبادی  
بعض علمی اخلاقی خیالات اور شاعرانہ جذبات کا مجموعہ

مبت  
مفت پریس کالاکانکوٹین چھپا

۳۰۰ جلد

۱۲

۱۹۰۶

۱۰

کتبخانہ وقف منصوبہ میرٹھ



لیکنا  
کر لے  
وہ  
پید  
اور  
اور  
گرا  
۱۰۱



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْکَرِیْمِ

# حسد باری کا کلدستہ

ترجمہ انتخاب حدیث نبوی

خدا ہی کے لئے حمد ہے جو اپنے وحدانیت میں برتر اور باوصف اپنے  
یکتائی کے اپنے مخلوق سے قریب ہے۔ اُسے اپنے علم سے ہر چیز کو احاطہ  
کر لیا ہے اور اپنی قدرت اور برہان کے ساتھ تمامی مخلوقات پر غالب ہے  
وہ ایسا مجید ہے کہ کبھی اُس کو زوال نہیں اور ایسا محمود ہے جسے کبھی فنا نہیں آسمانوں کا  
پیدا کرنے والا زمینوں کا بچھانے والا اور ارض و سما کا شاہنشاہ ہے۔ پاک  
اور منزہ ہے۔ ملائکہ اور روح کا پروردگار ہے۔ اپنی تمام مخلوق پر مہربانی کرنے والا  
اور اپنے مقربان بارگاہ پر احسان فرمانے والا ہے۔ سب نگاہوں کو دیکھتا ہے  
مگر اُسے کوئی نگاہ نہیں پاسکتی۔ کریم ہے حلیم ہے گنہگاروں کو سزا دینے میں  
(اپنے حلم کے سبب) تاخیر و تامل فرماتا ہے۔ اوسے اپنے رحمت کے وجہ سے

مکتبہ خانہ وقف مصنیعہ منورہ



کسی چیز پر ضیق نہیں فرمائی اور اپنے بندوں پر عطاے نعمات کا احسان کیا  
 انتقام لینے میں تمجیل نہیں کرتا اور مستحقین عذاب کے ساتھ مبادرت نہیں فرماتا۔ تمام  
 اسرار کو سمجھتا ہے۔ دلوں کی بات کو جانتا ہے۔ چھپی ہوئی چیزیں اس سے پوشیدہ  
 نہیں ہیں اور پوشیدہ باتیں اس پر شائبہ نہیں ہیں۔ اس کو ہر شے پر احاطہ ہے ہر شے پر  
 غلبہ ہے ہر شے میں قوت ہے اور ہر شے پر قدرت ہے۔ اس کے مثل کوئی شے نہیں اور  
 وہ ہر شے کا پیداکرنے والا ہے۔ ہمیشہ عدل کے ساتھ قائم ہے اور اس خدا کے غالب  
 و حکیم کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں۔ نہ کوئی اس کی کنہ ذات کو پہنچ سکتا ہے۔ نہ باطن  
 و ظاہر سے اس کی کیفیت دریافت کر سکتا ہے۔ اگر کچھ سمجھ سکتا ہے تو محض انہیں صفات  
 سے جنہیں خود اس نے اپنے نفس پاک پر دیں فرمائی ہیں۔ بیشک وہ خدا ایسا ہے جس کے  
 قدس نے جہان کو پر کر دیا ہے جس کے نور نے ابد کو گھیر لیا ہے جو کسی مشیر سے مشورہ  
 کرنے کے بغیر اپنے احکام جاری کرتا ہے جس کے حکم و قدر میں کوئی شریک نہیں اور جس کی  
 تدبیر میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس نے اپنے مخلوقات میں سے ہر ایک شے کی صورت بلا  
 کسی نمونے اور مثال کے بنائی ہر شے کو بغیر کسی تکلف و حیلے کے بلا مدد و غیری پیدا کیا  
 جس شے کو پیدا کرنا چاہا فوراً موجود ہو گئی اور جس چیز کے بنانے کا ارادہ کیا  
 فوراً ظہور پذیر ہوئی۔ اس خدا کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جو اپنے کام کو محکم



کرنیوالا اور اپنے محتاج اور بدائع کو بہتر کر نیوالا ہے۔ ایسا عادل ہے کہ ظلم  
 نہیں کرتا اور ایسا احسان کارم ہے کہ تمام امور کی بازگشت اسی کے جانب ہے۔ بیشک  
 وہ ایسا معبود ہے کہ اُسکی قدرت کے آگے ہر شے متواضع اور اُسکی ہیبت سے ہر شے خاضع  
 ہے۔ بادشاہوں کا مالک و آسمانوں کا خالق ہے۔ آفتاب و ماہتاب کا مسخر  
 کرنے والا ہے۔ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹا ہے یعنی کبھی رات بڑھا دیتا ہے  
 دن گھٹا دیتا ہے کبھی دن بڑھا دیتا ہے اور رات گھٹا دیتا ہے رات دن کی اور دن  
 رات کا جلد جلد طالب ہوتا ہے۔ وہ پروردگار ہر سرکش جبار کو شکست دینے والا ہے  
 اور ہر شیطان متمرد کو ہلاک کرنے والا ہے۔ نہ کوئی اُسکا ضد ہے نہ مثل  
 نہ کوئی چیز اُس سے خارج ہوئی ہے نہ وہ کسی چیز سے خارج ہوا ہے۔ نہ کوئی اُسکا  
 ہمتا ہے نہ ہمسر۔ وہ بے نیاز ہے معبود کیتا ہے پروردگار مجید ہے۔ اپنی  
 مشیت کو جاری کرتا ہے۔ اپنے ارادے کے موافق حکم دیتا ہے۔ ہر چیز کو جانتا ہے  
 فنا کرتا ہے۔ زندہ کرتا ہے۔ فقیر کر دیتا ہے۔ غنی کر دیتا ہے۔ ہنساتا ہے۔ رولاتا ہے  
 منع کرتا ہے۔ اور عطا کرتا ہے۔ اسی کے لیے ملک و رحمت ہے۔ اسی کے دست قدرت  
 میں نیکی ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل  
 کرتا ہے۔ سوا اُسکے کوئی معبود نہیں۔ وہ غالب ہے۔ کیم ہے۔ دعا کا قبول کرنیوالا



ہے اور عطا کا کامل کرنے والا۔ وہ انفاس کی تعداد جانتا ہے۔ جن اور انسان کا پروردگار ہے اور اسپر کوئی شے دشوار نہیں۔ نہ فریاد کرنے والوں کی آواز اسے ملول کرتی ہے اور نہ سوال کرنے والوں کا اصرار اسے ہکتا ہے۔ نیکون کا بدی سے بچانے والا ہے۔ نجات پانے والوں کا توفیق دہندہ ہے اور تمام عالم کا کارساز ہے۔ وہ ایسا پروردگار ہے کہ تمام خوشی رنج سختی اور آسانی کی حالتوں میں اس کو اپنے مخلوق پر شکر و حمد کا حق حاصل ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ و جلالہ و  
صلی اللہ علی خیر خلق محمد والہ

## کمال معرفت الہی

حکیم روحانی عارف ربانی مطلوب کل طالب میر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام  
اپنی ایک مناجات میں فرماتے ہیں کہ  
ما عبد تک خوفاً من نارک ولا طمعاً من لجنّتک ولکن  
وجدتک اهلاً للعبادة فعبدتک۔

اے میرے محبوب و تینے تیرے عذاب نار کے خوف سے تیری عبادت کی ہر نہ تیرے  
جنت کی طمع میں۔ بلکہ درحقیقت تجھے پرستش کا سزاوار پاکر تیری عبادت کی (سبحان اللہ)



## توحید

کسی نے جنابِ پیر سے خدا کے عرش پر ہونے کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ

کان اللہ ولا مکان	وہو الان کما کان
-------------------	------------------

خدا اے قدیم کی ذات موجود تھی جبکہ عرش وغیرہ کچھ بھی نہ تھا۔ پس جس طرح  
اُسکی ذات جب تھی اوسی طرح اب بھی ہے۔

وسئل علیہ السلام عن التوحید والعدل فقال التوحید ان لا تتوہم  
والعدل ان لا تنتہم۔ توحید یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ میں توہم  
کو دخل نہ دی اور عدل یہ ہے کہ خدا کو فعل قبیح کے ساتھ متہم نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ توحید تین باتوں سے آتی ہے

ان اللہ تعالیٰ لیس فی شئ ولا من شئ ولا علی شئ

نہ کسی شے ہی میں وہ ہے نہ کسی شے سے ہے

نہ کسی شے پہ ہے وہ جملہ نامائے ہر شے

نور شاخ پر پیوہ سر بر زمین

مسلم مانا ہے اس بات کو اشخاصِ انانی	ہنرور ہو ہی جو آپ کو اک بر ہنر جانے نام
-------------------------------------	---



نظر کر تو نہیں ہیں بالکمال اپنی کماؤں پر  
زبان سنتی نہیں اپنی خوشگویی کے افسانے

## جواب گرامی نامہ جناب میر اکبر حسین خان صاحب بہادر (نمسلہ)

گرامی بہادر - مذہب کے متعلق آپ کا پر زور اور پراثر لکچر آب زر سے کہنے کے  
قابل ہے۔ میں اس خطی رسالے کو بطور ایک گولڈن بک کے اپنے لائبریری میں  
رکھوں گا۔

مجھے اعتراف ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا اپنے خیال کے موافق بہت ہی صحیح لکھا  
اپنے خیال کے موافق یہ جملہ اپنے خیال کے موافق لکھا ہے جسے معاف  
فرمایا گیا۔

آپ کو بخوبی یاد ہو گا کہ چند مضمون پر میں نے آپ کے خیالات سے اتفاق کیا ہے  
لفظ اتفاق سے یہ مقصود نہیں کہ میں بھی اُن خیالات کا پابند ہو جاؤں بلکہ غرض یہی تھی  
اور جو کہ فی الحقیقت آپ کی طبعی ترین نہایت سبکدوش اور وسیع السیر ہے اور جس آزاد  
پٹری پر وہ روان ہے وہ ایسٹ انڈین ریلوے لائن سے زیادہ مستحکم بناوی  
گئی ہے۔ بخلاف اسکے ہماری مذہبی ترین جبریم اور ہمارے ہم صغیر و شریف شیعہ سنی سوار



ہیں عقائد کی تنگ پٹری والی لائن پر جا رہی ہے۔

ہماری ریلوے کمپنی کے انجینروں میں وہ بلا کا تحائف ذہنی بلکہ نفسانی واقعہ ہوا ہے کہ مذہبی ٹرین کی لائن اودہ رو سیلکھنڈ ریلوے لائن کی طرح کبھی مضبوط ہونے ہی نہیں پاتی۔

اگرچہ اس کمپنی کا میں انجینئر نہیں بلکہ ایک ممبر ہوں لیکن اپنے خیال کے موافق راہِ بلا تشبیہ اپنی مذہبی ٹریفک سپرٹنڈنٹ کے نزدیک (نہایت سچائی سے اپنے ممبری میں مستعد اور اپنے کمپنی کا بھی خواہ ہوں۔ اور اسی کوشش میں رہتا ہوں کہ ٹرین بحسن و خوبی منزل مقصود کو پہنچے (واللہ یھدی السبیل)

آپ کے نزدیک باوجود اختلاف راہ منزل مقصود دونوں ٹرینوں کی اسی عالم میں ہے اور ہمارے یقین میں منزل مقصود عاقبت کے امریکہ میں واقع ہوئی ہے  
 وَلَهَا الْكِبْرَةُ الْأَعْلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يُطْنُونَ الْهَمَّ مَلَقُوا رَبَّهُمْ وَ  
 أَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (نمبر ۲)

براہِ صاحبِ عالی مناصب۔ کتابِ لغارِ وق کی جلد جو میں آپ سے مستعار لایا تھا بائیں وجہ واپس کی گئی کہ میں نے اسے تمام و کمال دیکھ لیا اور اس کا ایک نسخہ کتب خانے کے لیے منگالیا آپ کا یہ خیال کہ ناپسند ہونے کے باعث میں نے کتاب پھیر دی بالکل غلط ہے میں نے آپ سے پہلے بھی اس کتاب کی تعریف کی تھی اور اب بھی واؤ



دیتا ہوں کہ فاضل مولف نے اسکو بہت ہی قابلیت کے ساتھ لکھا ہے خلافت  
نبوت تو دوسری چیز ہے اسکا ذکر ہی کیا لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ خلافت سلطنت  
کے اظہار محاسن میں مولف نے قلم توڑ دیے ہیں۔ سبحان اللہ

## مہر نکاح کی مقدار

اگرچہ قانون شرع نے زہر نکاح کی تعداد کو قطعی طور پر محدود نہیں کیا لیکن  
اسکے ساتھ ہی یہ بھی حکم نہیں دیا کہ مہر کی مقدار ایسی زیادہ مقرر کی جائے جسکا ادا کرنا  
دشووار بلکہ محال ہو کیونکہ نفس شرع کا مقتضا کسی طرح اصلاح معاش کے  
خلاف نہیں ہو سکتا اور مہر ہی پر منحصر نہیں بلکہ ہر بات میں خداوند عالم نے اپنے  
بندوں کو تکلیف الا یطاق سے معاف رکھا ہو۔ لا یكلف الله نفسا الا وسعها۔

انصاف سے دیکھئے تو قانون شرع میں مقدار مہر کا غیر محدود ہونا اس بات کی دلیل  
ہے کہ مہر کی تعداد استطاعت سے زیادہ نہ ہونی چاہئے کیونکہ کم از کم یا زیادہ از زیادہ  
جو مقدار محدود کر دی جاتی وہ ایک نہ ایک حیثیت سے عدالت اور حکمت کے خلاف  
ہوتی۔ مثلاً اگر پانسو روپیہ کا مہر محدود کر دیا جاتا تو بطرح ٹکے کی حیثیت والوں کے لیے  
یہ مقدار ناقابل برداشت ہوتی اسی طرح لاکھوں کی حیثیت والوں کے واسطے  
کم اور نامناسب سمجھی جاتی۔ پس معلوم ہوا کہ بطرح مالی حیثیتین محدود نہیں ہیں



اسی طرح مقدار مہر بھی غیر محدود ہوتا کہ ہر شخص یعنی گدا سے لے کر بادشاہ تک با مہر واکراہ  
اپنی اپنی حیثیتوں کے موافق کم و بیش تعداد مہر معین کرنے کا موقع حاصل کر کے اگر تعداد  
غیر محدود سے مقدار کثیر مراد ہوتی تو خود شارع علیہ السلام کی بیویوں اور بیٹیوں کے  
مہر کی تعداد چار سو درہم پر مکتفی نہ ہوتی بلکہ شارع سے زیادہ دوسرا شخص شرع کا مطلب  
نہیں سمجھ سکتا لہذا ثابت ہوا کہ ہماری دلیل صحیح اور ہمارا مقصود نفس شرع کے  
مطابق ہے۔

یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہر ایک معاہدہ ہے اور معاہدہ بھی شرعی لہذا اگر کسی ایسے شخص  
کا نکاح ہو جسکی مجموعی حیثیت تین سو روپے کی مالیت سے زیادہ نہ ہو اور معاہدہ  
مہر ایک لاکھ دینار سرخ قرار پائے تو معلوم ہوا کہ وہ معاہدہ محض حبس علی تھا  
اور نیت خالص اسکے ادا کرنے کی نہ تھی۔ حالانکہ قانون شرع کا ہرگز یہ منشا  
نہیں ہے کہ کوئی معاہدہ فقط زبانی ہو عملی نہ ہو۔ بلکہ تحقیق کرو تو معلوم ہوگا  
کہ عقد نکاح منعقد ہونے کے بعد دیگر اسم کے پہلے ہی مہر معین کا ادا کرنا  
بہتر اور مستحب ہے گو ایک مٹھی ستویہ کیوں نہ ہو یہ نہیں کہ رسم کے طور پر لاکھ روپے  
کے مہر کا معاہدہ کر کے دل میں سمجھ لیا جا کہ زبانی سن ہو دیت کون ہے۔  
بیشک تعداد مہر میں جو غلو ہوا اسکا قوی سبب یہ بھی ہے کہ دین مہر نکاح کے وقت



کا مطالبہ نہیں سمجھا جاتا اگر وہی اصلی قاعدہ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا رہا تھا  
تو یقیناً بازارِ جہالت کا بہاؤ نہ بگڑتا اور یہ دقتیں زیادتی ہسر کی وقوع پذیر نہ  
ہوتیں کہ بلا لحاظ مصالح دینی و دنیوی محض رواج کی تحریک سے ایسا کثیر التعداد  
اور زاید از حیثیت ہر معین کیا جا جو ادا نہ ہو سکے اور جس کے سبب گہرا اور خاندان  
تباہ ہو جائیں۔

## حرکت بالارادہ (ظرافت کا پیرایہ)

(۱) حضرت سلامت

(۲) اخاء بہائی صاحب مزاج شریف ؛

(۱) مزاج پر پوچھئے گا پہلے یہ بتائے کہ آپ نے اپنے اودہ پنج میں میرا وہ مضمون  
بھی ملاحظہ فرمایا جسکی سرخی "فلسفیانہ ادہام" ہے

(۲) خوب روح گویم بردی تو اسی کو کہتے ہیں کہ میرے مضمون کو آپ اپنا  
مضمون بناتے ہیں۔

(۱) اور سنئے صریح میرے نام کے حروف کہہ رہے ہیں کہ مضمون میرا ہے  
دیکھئے احمد کا الف حسین کی ح یعنی (ا۔ ح)



(۲) ارے بہائی وہ اثرن کا الف و حسین کی ح ہے تھو جھوٹ بولتے  
ہوئے بھی شرم نہیں آتی۔

(۱) تو اچھا لکھے میں فیصلہ کیے دیتا ہوں سنئے جب حرکت بالا راہ ثابت  
سہی نہیں ہے تو نہ وہ مضمون آپکا اور نہ یہ جھوٹ میرا بلکہ دونوں فعل خیر کے چلئے  
چھتی ہوئی۔

### لطیفہ

روزِ فقیر چند مہاجن گزر نمود	نزد فقیر صاحب دراک و ہوشمند
در ویش اسم لالہ پر سید و گفت خوب	من یک فقیر بودم و صفا فقیر چند

### نامہ بنام عشرت حسین سلامہ

میری آنکھوں کے نور عشرت	میرے دل کے سرور عشرت
نزد و رہو خوش رہو پڑ ہو خوب	اقبال میں جاہ میں بڑھو خوب
ممدوح رہو صفات میں تم	مقبول ہو بات بات میں تم
رکھو خوف ایندوقوی کا	تا پھر نہو تم کو ڈر کسی کا
تاج برٹش کے ہو وفادار	اور قوم کے تم ہو مدوگار
یورپ کی جو تمنے سیر کی ہے	داد شوق علوم دی ہے



ہمت میں تہمت کھٹک نہیں ہو  
خالق تمہیں بامراد لائے  
خلعت پیر سٹری کا پاؤ  
لندن سے علوم پڑھ کے نکلو  
حاصل کرو خوب علم اخلاق  
ہے مرو کی علم و فن سے زینت  
قصر راحت کا علم در ہے  
ہے علم سے آدمی کی وقعت  
پیدا کرو راستی میں تم نام  
دل ایسا غنی رہے تمہارا  
حق بات تمہیں پسند آئے  
خوبی میں ہر اک سے نامور ہو  
جس بزم میں تم زبان کشا ہو  
دلکش ہو تمہارا طرز گفتار  
بامعنی ہو جتنی گفتگو ہو

جرات پہ تہمت لگا آفرین ہو  
اور سب سے ہنسی خوشی ملائے  
بی۔ اے ہو کروطن کو آؤ  
اقبال میں سب سے بڑھ کے نکلو  
تذیب میں تم ہو خرافات  
دین و دنیا کی ہے یہ دولت  
مفتاح کنوز مال و زر ہے  
اور علم کا حسن ہے دیانت  
خوشخوی تمہارا وصف ہو عام  
پاس آئے کہی نہ حرص و پروا  
باطل کی طرف نظر نہ جائے  
سب ہوں جو ستار تم قمر ہو  
ہر سمت سے شور و حباب ہو  
سمجھیں لوگ پہو لون کا بار  
اچھا ہے وہ پہو لبسین ہو



روشن کرو نام باپان کا  
محسوس رہے تھکاری عزت  
دشمن کو سدا ہو تلخکامی

اعزاز بڑا و خاندان کا  
بر طہقتی رہے زندگی و دولت  
اند رہے تھارا احامی

عشرت منزل ہو تھے آباد

اکبر میں خوش مذاق ہو شاد

## تعصب کس کو کتنے ہیں

غیر متحسن بات کی پیروی اور ناپسندیدہ فعل کی طرف داری میں نیک بات اور  
پسندیدہ فعل کو نہ ماننا اور نہ اختیار کرنا تعصب ہے۔ مذہبی پابندی اور  
قومی اتحاد کے جوش کا نام تعصب رکھنا صحیحاً غلط فہمی ہے۔

## لطیفہ

ایک دن صحبت احباب میں ذکر آیا کہ دوستانہ اور برادرانہ خطوط میں اپنے نام کی  
جگہ اپنا خطاب یا لقب لکھنا نہایت اوجھی بات ہے بالخصوص نیازمند یا خاکسار کے  
ساتھ جس طرح نیازمند امیر الدولہ یا خاکسار محسن الملک۔ اس پر ہمارے برادر عالی منزل  
خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب نے فرمایا "جی ہاں یہ وہی بات ہے



کہ کوئی مجتہد صاحب نے دستخط یا نام کی جگہ لکھیں "کثرین قبلہ" کہہ

## وما اوتینا من العلم الا قليلا

انواع مخلوقات کی تقسیم تین قسموں میں کی گئی ہے۔ جمادات - نباتات اور حیوانات  
انہیں کو والد ثلاثہ کہتے ہیں۔ ہمارے بحث کا موضوع آخر الذکر یعنی حیوانات کی  
بابت ہے اور حیوانات کی فہرست میں تمام ذی روح شامل ہیں۔ دو پاؤں سے چلنے  
والے ہوں یا چار پاؤں سے۔ ہوا پر اڑتے ہوں یا زمین پر چلتے ہوں۔

حیوانات کی ہر جنس کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح اسکی نوعیت اور ضرورت کے لحاظ سے  
اعضا اور جوارح دیے ہیں اسی طرح نوعیت اور ضرورت کے اعتبار سے اس کو  
احساس کا مادہ عطا کیا اور افعال ضروریہ کی قوت کراست فرمائی۔ اس میں کچھ  
شک نہیں کہ انواع حیوانات میں نوع انسان کو برتری ہے۔ لیکن جس طرح حیوان <sup>مطلق</sup>  
کو ضرورت کے زائد کوئی قوت اور قدرت نہیں دی گئی اسی طرح حضرت انسان کو بھی  
اُن کی ضرورت کے زیادہ نہ ادراک کا مادہ ملانہ قوامی بشریہ سے زیادہ انکو افعال  
کی طاقت عطا ہوئی نہ حیوان مطلق انسان کا کام کر سکتا ہو نہ انسان خدائی کا دعویٰ  
بلکہ غور سے دیکھو تو اموطبیعیہ میں جس طرح جانور انسانی قوتوں سے محروم ہیں اسی طرح



انسان بھی باوجود شرف و کمال نوعی کے جانور و کج قواسط طبعیہ پر قدرت نہیں رکھتے۔ چوٹی کی قوت شامہ کے مقابلے میں انسان کی قوت شامہ کچھ بھی نہیں ہو۔ مگر گس کی قوت باصرہ کے آگے انسان کی قوت باصرہ بالکل پست ہے۔ پرند ہوا میں اڑتے ہیں۔ چھپکلی بے تکلف سیدھی یوارون پر قائم رہتی اور چلتی پھرتی ہے۔ انسان ان باتوں سے معذور ہے۔ مختصر یہ کہ قدرت نے ہر نوع حیوانات میں محض اسکی تکلیف ضروریہ کی استعداد کا مجموعہ پیدا کر دیا ہے اور اس نوع انسان بھی خارج نہیں ہو۔ پس معاللات قدرت کہ انسان کے بعد اور تدریج متعلق نہیں ہیں انکی معرفت اور علم کا ارادہ یا دعویٰ صحیح مان لینا بالکل ایسا ہی ہوگا جس طرح کسی حیوان بطلق کے بخرانیہ دانی کا دعویٰ یا ارادہ ممکنات سے تسلیم کر لیا جائے۔

بلاشبہ ایسے معاللات میں انسان کا خوض محض مہل اور اسکی رائے غلط ہوگی اور اسے مباحث میں کسی بدیہی نتیجے کا فائدہ سوا اس کے حاصل نہ ہوگا کہ جسکی منطق زیادہ ہو اسی کو بحث میں بھی زبانی کامیابی کا خلعت ملے۔ مثلاً وجود آسمان کی بحث اگر یہ نتیجہ نکلا کہ وہ محض حدنگاہ ہے تو کیسا نتیجہ نکلا اور بیماری کسی دینی یا دنیوی معاملے میں اس کی کیا فائدہ پہونچا اور جب مفید نتیجہ نہ نکلا تو بحث کا فعل ہی عبث ہوا اور فعل عبث مقتضائے عقل و دانش کے خلاف ہے۔



فغول بکواس اور بے سود تقریروں کا شوق یا خطابے فکروں کو مبارکٹ جو دین  
 و دنیا کے معاملات کو خیر باد کہہ کر اور حاکمت کے کان پر ناوا نی کا کوئل پن رکھ کر  
 فلکیات کی بحث طے کرنے چلے ہیں۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ یونان کے  
 قدیم فلسفیوں نے کیا کیا زمین و آسمان کے قلابے لائے ان کے متقدمین نے ان کے  
 تحقیقات کے دفتروں کو الہامی صحائف سے بھی کہیں زیادہ معتبر تسلیم کیا۔ ہزاروں  
 سال تک دنیا اگلے نوشتوں پر ایمان لایا کی اور بالآخر تحقیقات جدیدہ کی بات سن کر  
 اوس دفتر پارسیہ کو کالعبس المنقوش اور اویا جسکو قدیم فلسفی بیٹے سمجھتے تھے اوسکو  
 تحقیق جدید کے محققین نے مرکب بتایا وہ چار ہی عنصر لیے پرتے تھے یہاں کچھ اوپر  
 ساتھ دریافت کر لیے گئے۔ اب یکتا ہے کہ جنہوں نے اپنے سلف کی حاکمتوں کو  
 اس طرح ظاہر کیا آئندہ دس پانچ صدی کے بعد انکی تحقیقات کا کیا شر  
 ہوتا ہے "ہلہ جہل"

الغرض جب ثابت ہو گیا کہ ایسے مباحث ہمارے قدیم یا تہذیبی امور کو کوئی فائدہ  
 نہیں پہنچ سکتا تو لامحالہ یہ بھی مان لینا پڑا کہ ہمکو بلا ضرورت اس کے ادراک کا مادہ  
 بھی نہیں دیا گیا۔

جناب مولوی نذیر احمد صاحب ملوی نے اپنی کتاب ردیائے صادقہ میں بہت ہی سچا لکھا ہے



کہ انسان کا رخائے قدرت کے اسرار تو کیا جانے گا وہ اتنا تو جان سکا ہی نہیں  
کہ خود اسکی روح کیا چیز ہے اور اسکو جسم سے کس طرح کا تعلق ہے یہ میں معنی  
وما اوتیتہ من العلم الا قلیلا کے

## خطائے اجتہادی

{ خوشتر آن باشد کہ سر و لبران }  
{ گفتہ آید در حدیث دیگران }

مے مجھکو اک عالم ملک شام  
کھن دست کو اون کے بوسہ دیا  
کہ لے واقف راز شرع متین  
ہدایت کے سلطان جماعت کو شاہ  
ہے از بس کہ سرسین سما یا خیال  
نڈاہب ہیں دنیا میں جتنے کہ عام  
ہزاروں میں ناحق یہ حق پر ہوا ایک  
اور اوس ایک میں میں ہی تصریح ہے  
کہ فرقے تہتر ہیں اسلام کے

کیا میں نے جبکہ کرا دے سلام  
گزارش یہ پیر دست بستہ کیا  
کشائندہ باب اسرار دین  
دراز آپ کا سایہ ہو یا الہ  
میں کرتا ہوں اکثر یہ دے سوال  
مسلمان ہیں اونہیں از ہر نام  
ہزاروں میں بدتر تو بہتر ہے ایک  
حدیث نبی سے یہ تنقیح ہے  
بہتر نہیں اون میں سے کام کے



فقط فرقہ واحدہ خوب ہے  
 تو کیا درحقیقت یہی بات ہے  
 کہ جمع اقل کو عطا ہو نسیم  
 سنا مولوی جی نے جب یہ کلام  
 تمہارا گمان امربیانہیں  
 سنو گوش دل سے توجہ کے ساتھ  
 حدیثوں کے مضمون پہ جاؤ نہ تم  
 نہ اسلام کا کوئی فرقہ ہے بد  
 مسلمان ہوں یا کہ ہوں وہ ہنود  
 یہ سب جنتی ہیں ذرا شک نہیں  
 دلیل اس پر چاہو تو حاضر ہے لو  
 کوئی فرقہ دنیا میں ایسا نہیں  
 ہر اک چاہتا ہے کہ جنت لے  
 کسی کی یہ نیت نہیں زمین ہار  
 جمیع اہل مذہب کا مقصد ہوا ایک

سوا اوسکے جو ہے وہ مغضوب ہے  
 اگر ہے تو اندھیر کی بات ہے  
 جہنم میں جاے سوا و عظیم  
 لگے مجھے کہتے کہ اے نیک نام  
 کسی کو برا کہنا اچھا نہیں  
 میرے ہاتھ پر رکھو معیت کا ہاتھ  
 کہ ہو عقل و ادراک کی راہ گم  
 نہ اغیار کا کوئی مذہب ہے رد  
 مسیحی ہوں یا گبر ہوں یا یہود  
 مجھے آتی ہے سود بک بک نہیں  
 جو ہو و اچھی تو پڑیرا کرو  
 جو عقبی کا خواہاں و جو یا نہیں  
 پس مردن آرام و راحت لے  
 کہ ہو آخرت میں دلیل اور خوار  
 میں سب چاہتے ہیں دنیا و دنیا کی



تو پر باک کیا گر ہوں ناحق یہ بھی	کہ اس میں خطا ہے فقط رے کی
مسلمان ہوں یا ہوں اہل کتاب	خطا اونکی ہے عین وجہ صواب
فضول اونکو لوگوں نے ملزم کیا	تعصب سے مردود و مرتد کہا
عبث کفر کی اون پہ لادہی خطا	کہ دراصل یہ اجتہادی خطا

## خوشنوی

جو چاہے کہ رنگ پنا زمانے میں جب کے	خوشنوی کی عادت وہ ہر اکبات میں ڈالے
بدخو کا نہیں بننا ہر دنیا میں کوئی دوست	خوشنوی ہو تو دشمن کو بھی وہ دوست بنے

## قرض

چون بخواہی ز غم شوی مامون	منہمک باش و را داسے دیون
نقطہ بیش نکتہ این دارد	کہ بدان قرض را ز قرض فرون

## لطائف و ظرائف

مجھے عشق و محبت کا جو یار ہو نہیں سکتا	کیسا اس میں ظالم اجارا ہو نہیں سکتا
سیرے دل کو عشق کیوں ہو تیری مار کیسو	مراسینہ سپیرے کا پٹا را ہو نہیں سکتا

حلاوت میں مثال شیر مٹھا ہو نہیں سکتا	مقابل عاج کے سا کہو کا لٹھا ہو نہیں سکتا
--------------------------------------	--



بنے کو اخرام کبک کا حاسد نہیں ممکن | کرے رشتک ہا الو کا ٹہا۔ ہو نہیں سکتا

مرا کرنے سے حنظل شریفہ ہو نہیں سکتا | بہت کملائے کوئی بو حنیفہ ہو نہیں سکتا  
جو ساغل ہے بنانے سے نہیں بننا ہو وہ عالی | کسی کہنے سے نائی خلیفہ ہو نہیں سکتا

## شاعری

اگر شعر کا اطلاق کلام منظوم ہی پر کیا جاتا ہے لیکن شاعرانہ نگاہ سے دیکھتے تو واضح ہوگا کہ نظم گوئی سے شاعری کا مذاق بالاتر ہے۔ نظم کو اگر ایک پہول فرض کر لیا جائے تو شاعری کو اداسکے رنگ و بو کا قائم مقام تسلیم کرنا پڑیگا نظم کا قالب قومی ہو یا اخلاقی۔ عاشقا ہو یا زندانہ بیجان محض ہے جب تک دس میں شاعری کی روح نہ پونگی جائے۔

شاعرانہ خیالات کا تصرف نظم ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ شعر کو بھی قریب قریب دس سے وہی فیض حاصل ہوتا ہے جو نظم کو سچ پوچھتے تو جن طبعیتوں کو مبداء فیاض سے شاعرانہ ذوق عطا ہوا ہے ان کی ہر بات اور ہر خیال میں شاعری کی جہلک ہوتی ہے۔ ایک زمانے میں خطاب ہی شاعرانہ رعایت سے تجویز کیے جاتے تھے مثلاً افسرانہ کو مفتاح الدولہ یا کثر الدولہ اگر شاعرانہ رعایت سے قطع نظر کیجاتی تو نقارہ نواز جنگ یا تاشہ نواز جنگ کے لقب سے ملقب کرنا بھی ممکن تھا۔



میں اس بات کا ضرور معترف ہوں کہ شاعری کے جذبات نسبت شکر و نظم کو زیادہ تر مستفیض کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کلام منظوم کو یا شاعری کا محل خاص قرار پایا ہے۔ ایشیا کی شاعری ہو یا کہمیں کی فی نفسہ سب کا منشاء اور مقصود متحد ہے طبع اور عادات کے اختلافات سے نہ ایشیا کا شاعر یورپ کی شاعری پر معترض ہو سکتا ہے نہ یورپ کا شاعر ایشیا کی شاعری پر۔

کہمیں کا شاعر نہ زلف محبوب کو انہی سے تشبیہ دینے پر تہہ لگا سکتا ہے نہ کتے کی دم سے تشبیہ دینے پر۔

یہ ممکن نہیں کہ جو تشبیہ اور استعارات ایشیا میں اپنے جذبات کو موثر بنائیں وہی یورپ میں بھی با اثر مانے جائیں۔

اسکی کچھ ضرورت نہیں کہ جس شے یا کیفیت کو ایک عربی شاعر اپنے مذاق طبیعت کے موافق مستحسن محسوس کرے اور سکو ایک ہندی شاعر بھی ویسا ہی سمجھے۔

ہندو والے چشم سیاہ کے شیدائی ہیں اور یورپ والے چشم ازرق کے یونان میں عقلمندوں کو الو سے تشبیہ دیتے ہیں اور ہمارے ملک میں بیوقوفوں کو

بعض حضرات کو شکایت ہے کہ ایشیائی شاعری میں تصنع اور تکلف ہوتا ہے۔ بیشک بجا تصنع (جس کا الزام شاعری پر نہیں بلکہ بعض شاعر دن پر ہو سکتا ہے) ضرور قابل شکایت ہے



لیکن نفس تصنع کی شکایت کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دراصل  
اوسے کا نام تو شاعری ہے۔ اگر الفاظ اور معانی میں حسن صنعت ہی کا جلوہ  
نہیں ہے تو سچے سے سچا مضمون ہی کوئی لطف شاعری پیدا نہیں کر سکتا۔

چشمان تو زیرِ ابرو ان اند

و ندان تو جملہ دردِ مان اند

میں اگر کوئی بات ہے تو او نہیں کو محسوس ہوتی ہوگی جو ان دونوں مصرعوں کے  
موزون ہونے سے پہلے یہ نہ جانتے رہے ہوں کہ اون کی آنکھیں انوکھا بڑوں  
کے نیچے ہیں اور اون کے دانت اون کے منہ میں ہیں۔

کسی کا یہ قول بہت ہی صحیح ہے کہ ”از سخن گوئی سخن فہمی زیادہ شکل است“۔ اور اس  
اعتبار سے یہ شکایت البتہ بجا ہے کہ جون جون ہماری شعر فہمی مٹتی جاتی ہے ہماری  
شاعری ہی مفقود ہوتی جاتی ہے۔۔۔ بلکہ شاعری کو کون کچے زبان ہی کی کشتی بتاھی  
میں پڑی ہوئی ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہو کہ اس موجودہ حالت میں بھی ایشیائی شاعری  
کی دنیا زندہ دلوں کے خالی نہیں ہے۔ ہمارے خان بہادر سید اکبر حسین صاحب (جمع)  
رئیس الہ آباد کا کلام جن سخن فہم اصحاب نے سنا ہو گا وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اردو شاعری  
کیا چیز ہے اور اوسکی وقعت اب بھی کس قدر ہو سکتی ہے۔



## پردہ نسوان

دل می رود ز دستم صاحب دلان خدا را

دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا

گزشتہ سہی کے علیگڈ منتقلی میں جناب سید نذیر حسین صاحب بی۔ اے کا جو

مضمون پردہ کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس کے کہنے کا شرف مجھ ہی حاصل ہوا۔  
فضیلت آب سید حسا کی اعلیٰ قابلیت مضمون نگاری میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن  
چونکہ یہ مضمون محض لٹریچر نہیں بلکہ ایک ہم مقصد پر لکھا گیا ہے اور بحث کا روئے سخن  
تمام قوم اسلام کی جانب ہے لہذا قوم کی ہر فرد کو اس کی نسبت آزادانہ رائے ظاہر کرنا حاصل  
ہو اور اگر مجھ ایسا کمترین قوم ہی کچھ عرض کرنے کی جرات کرے تو غالباً نامناسب ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ عالی خیال سید صاحب میری اس مبادرت کو معاف فرمائیں گے اور بحث  
کی حمایت کا جوش اون کو جامے سے باہر نہ ہونے دے گا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ پردے کی بحث نے کچھ عرصے سے اس ملک کے مسلمانوں میں  
ایک غیر معمولی چمپنی اور بددلی پھیلا رکھی ہے اور مجھے افسوس کے ساتھ اس بات کا  
اندیشہ ہے کہ اگر سلسلہ بحث منقطع نہ ہوا تو ہمارے قوم میں اعلیٰ تعلیم کی جانب سے  
بھی بدظنی اور بے اعتباری پیدا ہو جائے گی۔



ہمارے تعلیم یافتہ دوست یا تو ایسی معجز نما کوشش کریں کہ اسلامی تہذیب کا خون ہی قوم کی رگوں سے نکل جاوے اور قومی طرز معاشرت کا فارم ہی ایک لخت بدل جاوے یا اب اس قسم کے مباحثے درگزر فرما کر اسلام اور اہل اسلام پر احسان فرمائیں ترقی قوم کو مسائل و مسائل بیت بین ایک پردے کی محنت نہ سہی عروج قوم کے کارنامے بکثرت بین ایک شاہی زمانے کی چمکے داری کا ذکر نہ سہی۔

گو انصاف پسند دوستوں امید ہے کہ میری سو و بانہ التجا پر ضرور توجہ فرمائیں گے لیکن اگر بد قسمتی سے ایسا ممکن نہ ہو تو بالآخر میں یہ خیر خواہانہ صلاح دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خود مخالفین پردہ یقولون ملا یفعلون کی چار دیواری سے باہر نکلیں اور بجائے زبانی جمع خیر کے عملی کارروائی اختیار کریں اس سے اور بین تو یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ لوگوں میں بجائے وحشت کے دلچسپی پیدا ہو جائیگی اور کچھ عجیب بین کہ اس دلچسپی کی بدولت نیتوں میں ہی تبدیلی واقع ہو جائے۔

لائق مضمون نگار کا یہ فرمانا کہ اندون پردے کے کئی مفہوم ہیں قابل تسلیم نہیں ہے البتہ اگر وہ یہ فرماتے کہ اندون ہم اور ہمارے ہم خیال پردے کے کئی مفہوم سمجھتے ہیں تو خیر ایک بات یہی تھی یوں تو پردے کے بیسیوں مفہوم ہو سکتے ہیں۔ آنکہ کا پردہ۔ کان کا پردہ۔ غفلت کا پردہ۔ ستار کا پردہ۔ تھپڑ کا پردہ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن پردہ نواں کا مفہوم دراصل وہی ایک ہے جو عورتوں کو



چشم نامحرم اور مخالفت اغیار سے مستور و محفوظ رکھے اور جسکو ہمارے مضمون نگار صاحب نے چار دیواری وغیرہ کا پردہ لکھا ہے چار دیواری سے چاروں طرف دیوار کا حصار ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جو ذرائع دیواروں کی غرض و غایت کو پورا کر سکیں وہی چار دیواری ہیں اور جن وسائل سے عورتوں پرستورات یا پردہ نشین کا لقب صادق آسکے وہی چار دیواری ہیں۔

حالت سفر میں پالکی اور اوسکا پردہ چار دیواری کا قائم مقام ہے اور یہ بھی ممکن ہو تو بشرط ضرورت برقع کا پردہ بھی معذوری کی چار دیواری ہے۔ شرم و حیا کو پردہ نسوان کا مفہوم قرار دینا فاضل مضمون نگار سے بہت متعجب ہے کیونکہ شرم و حیا کی خصوصیت عورتوں ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ صفت مردوں میں بھی ہونی چاہئے۔ کسی مرد فہیم کو اگر بے شرم و بے حیا کا خطاب یا جاسے تو یقیناً اوسکو ناگوار ہوگا اور نہ ہو تو یہ اوسکی حیثیت ہے اگر شرم و حیا کو پردہ کا مفہوم قرار دیا جائے تو لازم ہوگا کہ عورتیں فقط نامحرموں میں شرم و حیا سے پیش آیا کریں اور محرموں سے بے شرمی اور بیحیائی کا برتاؤ نہ کریں۔ اگر شرم و حیا کو پردہ کا مفہوم قرار دیا جائے تو فراغ حوائج ضروریہ کے لیے مکان بقعہ کی ضرورت ہی نہ سمجھی جائیگی اور ممکن ہوگا کہ تمام مرد و زن محض شرم و حیا کی آڑ میں سربازار اپنی حاجتیں رفع کیا کریں۔



میں نے بارہا خیال کیا کہ جب حسب ضرورت یا حسب درجات معاشرت تمام پردہ نشین عورتیں محفوظ طریقوں کے ساتھ سفر و حضر کے ہر کام کو انجام دیکھتی ہیں تو ہر کس غرض سے پردے کی مخالفت کی جاتی ہے اور کیوں اصرار ہو رہا ہے کہ خواہ مخواہ عورتوں کو بے پردہ کر دلیکن اب معلوم ہوا کہ ہماری تعلیم یافتہ دوست زن و مرد کو فطرۃً برابر قیاس کر کر اونسکے حقوق معاشرت کو مساوی قرار دینا چاہتے ہیں اور انکی غرض یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو آزادی حاصل ہے اسی طرح کی مطلقاً آزادی عورتوں کو بھی ہونی چاہئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ مرد تو بلا تکلف چل پھر کر مشاہدے اور تبادلہ خیالات کے فائدے اٹھائے یا دوستوں کے صحبت کا لطف اٹھائے اور عورتیں اور تو کیا اپنی سہیلیوں سے بھی چاہیں بلا تکلف ملاقات نہ کر سکیں۔ مرد تو سیر کر کے ہوا کھا کر انپی صحت قائم رکھے اور عورت کو گھر میں پرے پرے پہنچو ندی لگے۔

فی الواقع آزادی کے یہی مزے ہیں کہ مثل مردوں عورتیں بھی سیر کر رہیں ہو آئین میں یا دوستوں کے صحبتوں کا لطف اٹھاتی رہیں۔ نہ پھینچو ندی لگے نہ زنگ۔ البتہ اس جیسے کا مطلب میں نہ سمجھا کہ عورتیں اور تو کیا اپنی سہیلیوں سے بھی چاہیں بلا تکلف ملاقات نہ کر سکیں سہیلیاں تو ہر وقت پاس ہی رہتی ہیں پھر جب چاہیں ملاقات نہ کر سکیں کے کیا معنی ہاں اگر ملاقات کا کوئی دوسرا مفہوم ہو تو وہ اور بات ہے۔ بہر حال ہمارے



بلند ہمت دوستوں کو یہ ساری ترقیان مبارک ہوں۔ البتہ ہم ایسے مسلمان اس  
قسم کی ترقیوں کو دو جو ہونے کا حاصل نہیں کر سکتے۔

اول یہ کہ ہماری انسانی تہذیب ان مدارج کے طے کرنے سے قاصر ہے دوسرا اگر  
ہم یہ سمجھتے کہ ہمارے دوستوں نے قانون فطرت کو پیش نظر رکھ کر زن و مرد میں مساوات  
کا فیصلہ کیا ہے تو ہم بھی اس تجویز کی تقلید میں حتی الامکان کوشش کرتے لیکن ہم  
دیکھتے ہیں کہ خود بخیر ہی نے زن و مرد کے حقوق معاشرت کو بدرجہ مساوی قرار  
نہیں دیا ورنہ کیا وجہ ہے کہ ازواجی علت غائی کا قدرتی قانون ایک ہی سکین کی  
رو سے مردوں کو تو فقط حصول حفظ نفس کا طریقہ تعلیم کرے اور عورتوں کو حکم ہے  
کہ نو دس مہینے تک حمل کی تکلیفیں سہیں وضع حمل کی مصیبتیں برداشت کریں اور ڈھائی  
برس یا اس سے کم و بیش اپنا خون جگر پی پی کر بچوں کو دودھ پلائیں  
ببین تفاوت رہ از کجاست تابجا

عورت و مرد کا نوع انسان کی دو مختلف جنس ہونا خود او کے جوارح اور انکی شکل و صورت  
اور ان کے عادات مختلفہ سے ظاہر ہے اور انہیں اختلافات جنسیہ کا اقتضا ہے کہ انکی  
طرز معاشرت میں بھی فرق امتیازی قائم رہے۔ عورتوں کا لباس اور مردوں کا اور۔  
زنانہ آرایش کے انداز اور مردانہ جاسٹ طرز اور۔ عورتوں کے ایٹیکٹ اور ہون



مردوں کی اور۔ عورتیں زیورہنیں مردہ ہنیں۔ مرد کرکٹ پلو کھیلین عورتیں نہ کھیلین  
 مرد جنگ و پیکار کو کام انجام دین عورتیں اس سے معاف رکھی جائیں۔ میں خیال کرتا ہوں  
 کہ مخالفین پر وہ نسوان قومی ترقی کی دھن میں تہدیرج اپنی اختیارات آزادی کو زیادہ وسعت  
 دینگے اور آگے چلکر اونکی منصفانہ ہمدردی اونھیں ضرور اس بات پر مجبور کرگی۔ کہ مثل چڑہ نسوان  
 کے مسئلہ تر عورت کی جانب ہی توجہ فرمائیں کیونکہ محض سم و رواج ہی کی بنیاد پر انسان کے  
 جسمانی پریوٹ پارٹس (اعضائے پنہانی) بھی پردہ میں رکھے جاتے ہیں۔ ورنہ فطرۃ سار اعضا  
 برابر ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ان میں مساوات کا درجہ قائم نہ رکھا جائے۔

ہمارے لائق دوست کا یہ خیال کہ اگر عام زن و مرد عقلمند اور تعلیم یافتہ ہوں تو او کا ملنا  
 باعث نفرت نہیں ہو سکتا بالکل ہی ایسا ہے جیسا کوئی خیال کرے کہ اگر عقلمند حاکمین  
 میں بد پرہیزی کرے تو کچھ ضرر نہیں ہو سکتا۔ جیکہ تعلیم یافتہ ہونے سے نہ عناصر و قوی بدن  
 میں نہ فطرتی جذبات کا ازالہ ہو جاتا ہی تو فقط عقلمند مریض کی بد پرہیزی ہی مضر نہیں سمجھی  
 جاسکتی بلکہ شروع سے ہی نہیں مانا جاسکتا کہ خود وہ ایسی بد پرہیزی کو بلا مضریت خیال کر چکا اور  
 مجرے عقلمند مرد و عورت کی مخالفت ہی مضریت رسان نہیں خیال کی جاسکتی بلکہ سرے  
 سے ہی نہیں تسلیم کیا جاسکتا کہ خود وہ اس قسم کی لطعت کو بے ضرر سمجھیں گے۔

حامیان چار دیواری کا یہ خیال کہ ”عام عورت و مرد کا بے تکلف ملنا کسی طرح مناسب نہیں“



بہت ہی دانشمندانہ ہے اور غالباً بعد چپکد مخلفین چار دیواری بھی ایسا ہی  
خیال کرینگے جیسا حایان چار دیواری اب خیال کرتے ہیں ہاں فرق اتنا ہوگا کہ  
انچہ دانا کند کند ناوان نہ لیک بعد از خرابی بسیار

نیشن کی عینک سے کام نہیں چلتا غور اور تحقیق کی عینک لگا کر مشاہدہ کیا جائے  
تو معلوم ہوگا کہ ہماری قوم کے جن تعلیم یافتہ حضرات نے پر وہ نسوان کو لغو سمجھا  
اونہوں نے اپنی غلط فہمی کے کیا نتیجے دیکھے۔

اگر اپنی قوم کی شرم ناک سرگزشت کا بیان کرنا داخل عیث ہوتا تو میں بہت سی  
زندہ مثالیں اور سچی شہادتیں اپنی قول کے تائید میں پیش کر سکتا تھا۔

ہمارے دوست ذرا چشم بصیرت دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ بعض ایسے بلاد میں جہاں  
ترقی تعلیم کا مینھ برس رہا ہے مابہ البحت لغزش کو کس قدر ترقی ہو اور باوجودیکہ وہاں کے  
عام باشندے تعلیم یافتہ ہیں مگر ایک پردے کے نہ ہونے سے ساری تعلیم یافتگی  
اوس لغزش کے روکنے سے عاجز ہو۔

لائق مضمون نگار کا یہ ارشاد کہ ”نقل سے استدلال کرنا اور الرجال قوامون  
على النساء للرجال علیہن د ر حرج للذکر مثل حظ الانثیین  
پیش کرنا ٹھیک نہیں ہے“ یحذرتاسف کا مضمون یہ



ہزار افسوس کہ جس قانون محکم نے تمام خیالی معقولات اور فلسفیانہ توہمات کو مار غلبہ کی طرح توڑ ڈالا ہو اور سکو ہمارے دوست عام منقولات میں شمار کریں اور جس نسخہ کیمیا نے قوم اسلام کو مس خام سے کنڈن بنا دیا ہو اسی کو مسلمان کہو یا سمجھیں

اگر اسلام میں است کہ ایمان داریم  
و اگر در پس امر و بر بود خسر و اے

فاضل مضمون نگار نے آیات مذکورہ کی دو تاویلیں فرمائی ہیں ایک یہ کہ ”معلوم ہوتا ہے کہ قوت میں عورت کے کم ہونے سے جیسا ہر پرانی قوم یہ سمجھتی رہی ہے کہ مرد اس سے بہتر و اولیٰ ہے عرب کا بھی خیال تھا کہ ہماری عورتیں ہم سے کم درجہ ہیں اور یہ خلاف مصلحت تھا کہ جو بات صرف تعلیم اور تربیت یافتہ لوگ سمجھ سکیں وہ اون جاہلون کو حیر سمجھائی جائے لائق مضمون نگار کی عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ جاہل عرب کو ان کے خیال کے برعکس یہ سمجھنا خلاف مصلحت سمجھا گیا تھا کہ اونکی عورتیں اون سے کم درجہ نہیں ہیں بلکہ اونکی برابر ہیں“ لیکن کمال حیرت اور استعجاب کی بات ہے کہ جن بتوں کو وہ جاہل اپنا معبود یقین کرتے تھے اونکی مذمت خلاف مصلحت نہ خیال کی گئی۔ بتوں کی پرستش سے اون جاہلون کو روکنا خلاف مصلحت نہ جانا گیا۔ نئے نوشی۔ قمار بازی۔ بدکاری۔ دختر کشی جن خصال رذیلہ کے جاہل پشت عادی تھے اونکا انہر خلاف مصلحت نہ سمجھا گیا اور جو بات



ان سب باتوں کے مقابلے میں نہایت اونی تھی دینی اپنی عورتوں کو آپس کو درجہ نہ سمجھو  
 اوسی کا سمجھنا خلاف مصلحت سمجھا گیا۔ آیات متذکرہ بالا کی دوسری تاویل مضمون نگار  
 صاحب یون کی ہو کہ یہ اقوال اوس زمانہ کی عورتوں کی دماغی حالت پر مبنی ہیں پر دوسری  
 جگہ محض شرم و حیا کو فرمائی ہو کہ گو سب زیادہ ترقی یافتہ پردہ تجویز کر کے ارشاد فرمایا ہے  
 کہ اوس زمانہ میں معاشرت اس درجہ کو نہیں پہنچی تھی جو اوسکی بابت بھی کوئی حکم نافذ ہوتا  
 واقعی یہ ایسا اجتہاد و مافوق النبوة ہے جسے بیشمار احکام قرانیہ کو مختص الوقت اور مختص المقام  
 قرار دیکر حکم کی ترمیم اور ہر سئلہ کی کایا پلٹ کا آسان طریقہ بنا دیا اس اجتہاد کی رو سے  
 سئلہ شہادت اور سئلہ وراثت کی ترمیم یون ہو سکتی ہو کہ ایک مرد کو برابر دو عورتوں کی  
 شہادت کا مقبول ہونا اوسی زمانے کے لیے تھا جبکہ عورتیں محض نابالغیت یافتہ تھیں  
 تعلیم یافتہ عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

اس اجتہاد کی رو سے حکم دیا جاسکتا ہو کہ نماز روزے کے احکام اوسی زمانے  
 کے سرکش اعراب کو کمزور کرنے کے لیے تھے موجودہ شایستگی کی حالت میں اوپر  
 عمل کی حاجت نہیں ہے۔

اس اجتہاد کی رو سے کہا جاسکتا ہو کہ حرمت خمر کے احکام اوسی زمانے کی لغو اور سہل  
 شراب کے بارے میں تھو جھکے پینے سے انسان چلو میں آلو ہو جاتا تھا اور بے اختیار



ہو کر مثل دیوانوں کے ناپختہ لگتا ہوا موجودہ زمانے کی نایاب شہزادوں پر وہ احکام نافذ نہیں ہو سکتے جسکے پینے سے تندرستی میں ترقی ہوتی ہے عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور جسکو پی کر کوئی ناچتا بھی ہے تو باقاعدہ میوزک کے اصول پر اس جہاد کی رو سے قطعی فیصلہ صادر ہو سکتا ہے کہ حد زنا کو احکام محض اوستی ماننے کے بدوی جوشیانہ زنا کے انراد کو نفاذ پذیر ہوئے تھے۔ موجودہ زمانہ کی مہذب عشق بازی پر وہ احکام ہرگز نافذ نہیں ہو سکتے۔

غرض کہ اس جہاد کی رو سے شریع اسلامیت آسانی کو ساتھ درہم و برہم ہو سکتے ہیں چاہے اس اسلامی دنیا کے اعتبارات مطلقاً جاتے رہیں۔ مذہبی غلام کا ایوان منہدم ہو جاوے اور قومی عزت بے خانمان ہو کر درباری ماری ماری پھرے۔

اب میں ناظرین سے اس امر کی معافی کا خواستگار ہوں کہ میری آشفستہ بیانی میں اونکا بیش قیمت وقت بہت ضائع ہوا اور آخر میں اسقدر پھر عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ مخالفین پر وہ کو اپنی کوششوں سے پہلے دو باتوں پر لحاظ کر لینا ضروری ہے۔

اول یہ کہ جس بغرض کے انراد کو پردے کی ضرورت مانی گئی ہے اسکو جب تک ہمارے دست محض اخلاقی کمزوری کی معمولی غلطی نہیں سمجھتی بلکہ اسکو فی الواقع ایک شدید مہیت یقین کرتے ہیں اسوقت تک وہ کسی طرح پردے کی غفلت اور ضرورت انکا نہیں کر سکتے



دوسرے یہ کہ ہر قوم کے طرز معاشرت کا فارم جدا ہے اور جس فارم میں ہم اور ہمارے  
دوست ہیں اس میں ایسا ریفارمیشن موزون نہیں ہے۔ ہاں اگر خدا نخواستہ کیسوت  
میں بدقسمتی سے قومی فارم ہی بدل جاتا تو "نوسن تیل ہونے پر رادہا ہی ناپ لیگی"

### پرودہ نسوان

نظرِ تمق سے دیکھا جاتا تو واضح ہو گا کہ جس آزادی سے بعض تعلیم یافتہ سلمان پرودہ نسوان  
کی مخالفت میں نکتہ چینیان کر رہے ہیں۔ ہر کو جوابدہی کے لیے اسکی عشرِ عشیر آزادی بھی حاصل  
نہیں ہے۔ لیکن چونکہ پردہ کا عمل درآمد مستحکم اصول پر مبنی ہے لہذا اسکو آزادی کی طوفانی  
آندھی کا اثر نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ خود مخالفین پرودہ بھی اپنے پرو پوزل پر عمل  
کرتے ہوئے ٹھہرتے ہیں۔ ورنہ جب یہ بات مسلم ہے کہ کسی ریفارمیشن کی قبولیت تمام  
قوم میں دفعۃً واحدہ نہیں ہو سکتی تو کیا سبب ہے کہ ہمارے عنایت فرمایا اپنی مفید منصوبوں  
پر عملی کارروائی شروع نہیں کرتے اور مخالف پارٹی سے اسکی ابتدا کو امیدوار ہیں۔ ہاں  
اگر وہ اپنی عورتوں کو پردے کے باہر نکالتے اور کوئی شخص سوا چشم ماروٹن دل ماشاد  
کہنے کے اور کچھ کرتا تو اوکا شمشیر بر سبہ ہو کر لڑنا بیجا نہ تھا۔ یہ ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارے  
دوستوں کو انجام اندیشی سے کوئی بحث نہیں بلکہ اون کی اولوالعزمی محض ایک فیشن میل  
تقلید تک محدود ہے۔ لیکن جب کہ ہر ایک قوم کی معاشرت کا فارم جدا ہے تو نہ ہم کسی



قوم کے طرز عمل پر معترض ہو سکتے ہیں نہ اس کی تقلید کو اپنے قومی فارم کو لیے  
مفید و موزون خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ درحقیقت ایسی رشک آئینہ تقلید سے  
سوا ضرر کے نفع کی امید نہیں ہو سکتی۔

رشک گل میں شمع نے گل ہو کو کیا پایا فروغ  
منہ ہو اگندہ رخ پر نور طسما فی ہوا

اگر کوئی شخص ریلوے ٹرین کی رفتار پر رشک کر کے اپنے چمکڑے مین ریل کا  
پہیہ لگائے تو فقط بے جوڑی ہو گا بلکہ مضر بھی ہو گا۔ کیونکہ جس چمکڑے مین ریل  
کا پہیہ لگا دیا جائے وہ نہ ریل کا کام دے سکتا ہے نہ چمکڑے کا۔

مجھے کمال حیرت ہے کہ بعض حضرات پردہ کو رسم و رواج پر محمول کر کو فراموش ہیں کہ رسم  
رواج کی پابندی جہالت ہی۔ لیکن ذرا غور کریں کہ حسن بے پردگی کو وہ شیدائی ہیں اس کی  
بنیاد رسم و رواج پر ہی یا اسلامی پردہ نسوان کی۔ آیا ہماری قوم اپنی زمانہ جاہلیت  
میں ہی پردہ کی پابندی یا اسلام کے روحانی ریفاہی مشین نے اس کو پردے کی  
تہذیب کا سبق پڑ پایا۔ کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ دوست رات کو دن اور دن  
کو رات کہیں۔ رواج کو فلسفہ فلسفے کو رواج قرار دیں۔ کیا بقول ایڈیٹر البشیر۔ یہ امر  
افسوس اور رونہ کو لائق نہیں ہے۔ کہ ایسے شخص نہ ہی سائل کی نسبت طبع آزمایاں کریں جو



مذہب سے بالکل ناواقف ہوں آج ٹینس کی نظم کے مطالب کے سمجھنے کے لیے  
 نہ لغت کافی ہو نہ شرح نہ استاد ہندوستانی بلکہ اوسکے لیے کسی انگریز اور بہت  
 قابل انگریز کی ضرورت ہو۔ لیکن کام باری تعالیٰ ایسا بچوں کا کھیل ہو کہ جو جس کے  
 جی میں آئے وہ اوس کے احکام پر طبع آزمائی کرے۔ اور کیا اعلیٰ تعلیم کا یہ اولٹا  
 اثر نہیں ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی شرائع کو معترضانہ نگاہوں سے دیکھیں اور  
 مسٹر محمد اختر ایسے لائق بزرگ یہ فرامین کہ ”مرد کو اختیار ہی ایسے دئے گئے ہیں  
 کہ حیوت اوسکا جی چاہے خواہ طلاق کے ذریعہ سے یا سستی و ثلث و رباع کے  
 اباحت سے مستفید ہو کر عورت سے نجات حاصل کرے۔ لیکن اوس مظلومہ عورت  
 کے لیے کوئی سبیل خلاصی نہیں بتلائی گئی جو ایسے مرد کے پلے باندہ دیکھی ہو سکے  
 ساتھ زندگی بسر کرنے کو اوسکا دل نہ چاہتا ہو“  
 واقعی جب دن برے ہوتے ہیں تو ادبار کے اثر سے نتیجہ تعلیم بھی معکوس ہو جاتا ہو اور  
 مثل صادق آتی ہے کہ مرض بڑتا گیا جون جون دوا کی۔ ایڈیٹر البیشر کا ہمدردی  
 سے بہرا ہوا یہ فقرہ قومی مرثیہ کا ایک بند ہے کہ انوس آج ہماری قوم جہالت کے  
 گرداب اور مذلت کی دلدل بہ پہنسی ہوئی ہے لیکن جانبر ہونے کی جو تدبیریں  
 اختیار کی جاتی ہیں وہ باعث ہلاکت ہوتی ہیں۔ وہ وہ آپکے کی باتیں نکالی جاتی ہیں



جو دہوتی قوم کے لیے زیادہ تر مضر بلکہ بہت سی خرابیوں کا باعث ہوتی ہیں کاش  
 اب بھی ہمارے ہر اور ان والا شان عقل سے کام لیں۔ اور جوابات کریں اس  
 عاقبت اندیشی کا لحاظ رکھیں۔ وہ اعلیٰ تسلیم کے دریا میں ضرور غوا  
 فرمائیں لیکن ایسا غوطہ نہ لگائیں کہ غرق ہی ہو جائیں۔ وہ رفتار زمانہ  
 کے ساتھ ترقی کے میدان میں ضرور قدم اڑھائیں مگر بدحواس ہو کر ایسا تیز  
 نہ دوڑیں کہ ٹھوکر کھائیں۔ وہ دنیوی ترقی میں کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں لیکن اپنے  
 قافلے کا ساتھ ہی نہ چھوڑیں اور یہ نہ ثابت کریں کہ مسلمان مسلمان رہ کر ترقی ہی  
 نہیں کر سکتے۔

جواب تحریر جناب مولوی بشیر احمد صاحب متوطن چکراون مراد آباد  
 بسم اللہ خیر الاسماء

عمدة النبلاء النظام زبدة الکلاء الفخام المحیب للیب لادیب لاریب۔ المحقق الاجل الامجد  
 العلامة الشیخ بشیر احمد لالہ التشموس معالیکم بازغة ولا برجت طوالح ایاکم ولیا لیکم لامعة۔  
 علیک منی سلام لایا شک | زہر الریاض اذا فاحت روایک

سلا کہ از راہ صدق و صفاست | سلا کہ از شوق بے انتہاست



سلامی که نوری است از مهر دل | | سلامی که نوری ز باغ و فانت

نمیقه محبت آگین همچو خورشید بسین پر تو و رو و آورده دیده پائے منتظر را روشن  
گروانید -

تکرات استفسار در باب مضمون سرچیل بحیر تم انداخت و تعجبم ساخت چنانکه  
حفظت شیئا و غایت عنایت اشیا - چون طبع مخاطب گرامی کلیه  
به حسن ظن مائل است چندانکه پیش از پیش عرض خواهم نمود مقبول نخواهد شد  
اکنون نمی دانم که کدام طریق تشفی خاطر عاقل اختیار کنم -

العجب کل العجب که چون اصل منشاء تصنیف رساله سرچیل و علت غائی تدوین آن  
مقصد جمیل تر وید عقاید مفصله است این خیر سگالی ملازمان عالی که خود حضرت مصنف

ذمی المعالی دعوی از به الناس بودن حضرت مرتضوی علی روسا لشهاد

می فرمایند چگونه مسلم باشد از ملاحظه مضمون معلوم در بادی نظر

ظاهر و باهر می شود که از به الناس بودن حضرت مرتضوی قول مردود قائلین

تفصیل علی است نه قول مقبول مصنف ولی ابن ولی -

وصفنا اشعه مکررا و اشهره مفصلا امثالا لامرک المستحب ن الامر فوق الادب



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحَانَكَ لَا اَعْلَمُ لَكَ اِلَّا مَا عَلِمْتَ اَنْتَ ۲ عَلِیْمُ  
 الْحَکِیْمِ - حضرت شاہ عبد العزیز صاحب بلوچی در رسالہ منجیل فی فرامیند کہ و از انجہ رضا  
 است زید - گویند (مفضلہ) از ہذا الناس علی بود رضی اللہ عنہ - گویم دستبردید قول  
 مفضلہ (زید نام بے رغبتی است در ملاذ دنیا و در اولاد و اتباع و ازواج و حشم و خدم  
 و ہر کہ در ان رغبتی دارد او زاید نباشد) بالیقین معلوم است کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ  
 چون اسلام آورد مال بسیار داشت و آن ہمہ را اللہ و فی مرضاۃ اللہ و رسولہ  
 صرف کرد و جامعہ را از ضعفائے مسلمین خرید و آزاد فرمود تا آنکہ هیچ ورم از مال  
 او باقی نہاند و ازین جہان گزشت و هیچ مزرعہ و عقارے بر آخود نہ خرید و ہر  
 اولاد خود نگذاشت و از بیت المال نگرفت الا بقدر قوت و باز از حصہ خود کہ بخت ایم  
 میرسد و بیت المال صرف میکرد و دوشان زید ہمین است) بخلاف مرتضیٰ علی  
 رضی اللہ عنہ کہ ضیاع و عقار بسیار گرفت و مزارع و باغات اعدادت فرمود و  
 این منافعی شان زید است) و ہر حال ابو بکر است حال (زید) عمر بن الخطاب  
 رضی اللہ عنہما) چنانچہ جمیع صحابہ آنوقت ہر زاید بودن او (فاروقی رضی اللہ عنہ)  
 گواہی دادند -

امام تصنی علی چون فوت شد چہار زن گزاشت و نوزد و سریرہ - و خادمان و غلامان

اس مضمون میں جو فقرے برکت کے لئے ہیں وہ میرے ہیں اور بطور شرح لکھے گئے باقی مکمل عبارت سر منجیل کی ہے (احمد حسین)



بسیار - و قریب سی کس از اولاد و براس ایشان از ضیاع و غفار بقدریکه  
 بسبب آن اغنیا بودند گزاشته رفت - و قصبه ینج که هزار و وثق ثمر از آن  
 می آمد سوا سه غله و زراعت نیز مستر و که اوست (و این همه منافی صفات بد است)  
 بخلاف عمر رضی الله عنه (که جمیع صحابه آنجناب را بالیقین زاهد می دانستند) و نیز  
 زید حقیقی است که نه خود به لذت و نیاپردازی و نه اقارب و اولاد خود را بدان  
 متغی به بساز و حال (زید حقیقی) ابو بکر (رضی الله عنه) همین است که مثل  
 طلحه بن عبید الله برادر زاده و است و مثل عبد الرحمن بن ابی بکر (پسر  
 زید مثل محمد بن ابی بکر) و مثل عایشه و خنری (لاکن بمصدق زید حقیقی)  
 یکی را از اینها عامل نفرمود و همچنین (حال زید) عمر (رضی الله عنه) بود که هیچکس  
 را از بنی عدی عامل نمیفرمود مگر نعمان بن عدی را که بر میان عامل فرود و بزودی  
 عزل نمود حالانکه از آنها مثل سعد بن زید ابو جهم بن خذیفه و خارج بن خراجه  
 و عمر بن عبد الله و عبد الله بن عمر بوده اند و مرتضی علی رضی الله عنه (بخلاف  
 این اوصاف) عبد الله بن عباس را عامل بصره فرمود و عبد الله بن عباس را  
 بر یمن و قثم بن عباس را بر مکّه و سعد بن عباس را بر مدینه و خند بن بیه را که پیشتر زاده  
 ائش بود و محمد بن ابی بکر را که ره پیش بود بر مصر و حضرت امام حسن رضی الله عنه



بعد از خود خلیفه ساخت دو حال آنکه این همه منافی صفات زبد حقیقی می باشد (انتهی)  
 آری اگر مصنف علام در ذکر فضیلت مجرد و بتزج و تفصیل شخنین و او تصنیف و او  
 سنت پدید انصاف نهاد و مثلاً چون شخنین رضی الله عنهما را شمس و قمر ثابت  
 فرمود و علی را نیز از نجم نسبت نمودی - لکن و اسفاه که بلاغت مصنف عالی خیال  
 به همین قدر مناسب اقتضای کرده و در فضیلت زبد و مثل آن نصیب اقل هم بجزرت علی  
 مدعی نداشت بلکه دنیا را مآثر مرقضوی و اقاطب تیره و تاریک داشت - پس بزبان  
 انصاف بیان ارشاد شود که اگر مقصود این چنین آنهاست بلیغ عدم اثبات فضیلت  
 نیست باز چیست -

و محقق بباد که جناب ایشان رحمة الله علیه هم برین نهج بذکر فضیلت تقوی و اتباع شریعت و او  
 تشدد و او اند چنانچه در همین عجاله نافذ می فرمایند -

و از آنجمله است تقوی و اتباع شریعت - و بالیقین معلوم است  
 که ابو بکر صبح گاه مخالف آنحضرت صلی الله علیه و سلم کلمه گفت چنانچه  
 در صلح حدیبیه و اخذ فدا را بدر بیان معلوم است و او را و او  
 گاه به مخالف اراده آنحضرت صلی الله علیه و سلم نبوده و در  
 امثال او امر او گاه به تهاون نکرده - و نیز از حال علی مرتضی



معلوم است که در خطبه نبوت ابی حبل و در تقیید نماز

تجد مورد عتاب گردید - الخ

همانا که ملازمان گرامی بعضی مقامات و مقالات از الة الحق و قرۃ العین مصنفات  
حضرت شاه ولی السعدین را که شطریه از ان فاضل بدایونی در رساله رد و پایه ایراد  
فرمودیم بنظر امعان ملاحظه نفرموده اند و رنہ دل انصاف منزل را از حصول عبرت  
سکون غر خسته عارض نمی شد - و لکن کیف تبصر علی ما لم تحت خطبه خیر  
هر چند که بوجه بی لطفی طبیعت اضمحلال کمال لاحق حال است الا مناسب میدانم  
که تنبذی از اینها در اینجا نقل کنم -

در قرۃ العین فی تفضیل الشیخین می فرمایند -

باید دانست که فی الحقیقت کثرۃ انتفاع در اسلام  
بشیخین واقع شده است زیرا که جمع قرآن و حمل  
ناس بر روایت حدیث و تنقیح مسائل شرعی و فتح  
عرب و عجم بربوبت شیخین واقع شده و اکثر اهل اسلام  
مالکیان و حنفیان و شافعیان اند و اصل مذاہب  
ایشان مستند است بر مسائل اجماعه فاروق - بجز در مسائل



چند بر آثار مرتضی اعتماد دارند - و بر دست مرتضی  
فتح اسلام واقع نشود و هیچ سنی از فنون شرع اعتماد  
کلی بر آثار مرتضی بطور بنیاد و بر دست ایشان خلافت  
مستظم نگشت پس انتفاع است همچنین اعظم است از انتفاع  
ایشان بمرتضی - بلکه مقدر است که بکثرت اتباع ثواب  
بمقبوع میرسد و اتباع شیخین اهل سنت اند که غالب  
وفاتش در بلدان اسلام ایشانند و از ذریت حضرت  
مرتضی سه فرقه ضاله برآمدند که هیچ تقصیر نکردند و در  
برهم زدن دین تجدی - اگر حفظ او تعالی شامل حال  
این است نبود انتهی بلفظ

و نیز در ازاله الخفا چنین وادافاده می دهند

و حال آنکه در عنایت او بی مقدر بود که هیچ گاه حضرت  
مرتضی اولاد او تا قیامت منصور نشوند و هیچ گاه خلافت

بلکه ذریت پیغمبر خدا - چرا که ذریت علی عین ذریت نبی است کما قال صلی الله علیه و آله و سلم ان جعل  
ذریت کل نبی فی صلبه جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب و اخرجه الطبرانی و غیره



ایشان علی جمعا صورت نگیرد بلکه از میان  
 ایشان هر که دعوت بخود کند و سر بقتال آورد  
 مخدول بلکه مقتول گردد و خداست تعالی میفرماید  
 ولقد سبقتم کلینا لعبادنا المرسلین  
 انهم لهم المنصورون وان جندنا  
 لهم الغالبون - وللخلفاء الذین هم  
 خلفاء الانبیاء حقاً السوة المرسلین  
 فهم المنصورون و هم الغالبون - انتهى

فانظر ایها الفاضل الفخیم الی هذا المقصد الذیم ولا حول  
 ولا قوة الا بالله العلی العظیم -

گرهین طرز ادب هست که واعظ دارد و اگر از پس این روز بود فردا  
 حالا ممکن است که جناب سامی بوفور حسن اعتقاد که شیوه کریان پاک نهاد است  
 بفرمایند که چون این حضرات بابرکات اکثر جای بمناقب جلایه مرتضویه داد و انصاف  
 داده اند اگر چه چندین وجه این چنین فرمودند باسکه ندارد - لکن  
 اندرین صورت بنده را قلم بهم مستوجب الزام و مستحق ملامت نخواهد شد پس اگر



در اکثر جاہا چنان کلمات رکبکہ و سخیفہ در شان خلیفہ رسول مذموم و معیوب نباشد  
در جاچنین کلمہ تعرض من معقول محضرات علمائے فحول نیز مضائقہ و معصیت ندارد و بہر حال  
یغفر اللہ لنا ولہم ولسائر المسلمین و آخراد عوانا ان الحمد للہ  
رب العالمین۔

الراقم الآثم احمد حسین غفر اللہ لہ ووالدہ

## حسن فتح اشیا

آدمی را اگر نبودی عقل و جان	کی شرافت داشتی بر این و آن
-----------------------------	----------------------------

ظاہر ہے کہ اگر نوع انسان میں خارج از جوہر اجسام محسوسہ کوئی خاص جوہر  
نہ ہوتا تو او سکو تمام موجودات جسمانیہ پر فضل و شرف حاصل ہونے کی کوئی وجہ  
نہ ہتی۔ کیونکہ اجسام محسوسہ کے اعتبار سے انواع جمادات و نباتات و حیوانات  
میں بمقابلہ نوع انسان کمالات معدنی و نباتی و حیوانی زیادہ پائے جاتے ہیں  
پس واضح ہو کہ جس جوہر کے ساتھ انسان مخصوص ہے وہ عرض اور کیفیت سے  
محسوس نہیں بلکہ خواص اور آثار سے معقول ہے یعنی اسکا علم و ادراک اسکی  
خواص و آثار کے ادراک سے حاصل ہوتا ہے ( اسی جوہر کو اصطلاح شرع میں



روح اور اصطلاح حکمت میں نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

اس جو ہر شخص کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) "معقولات و مفہومات کلیہ کا دریافت کرنا جس کے ذریعہ سے صالح حقیقی کی معرفت حاصل ہو۔

(۲) "عمل خیر" جو محض ارادہ عقلی سے سرزد ہوا اور اس میں کوئی شائبہ قوت غیبی اور شہوانی یا دیگر اغراض زائد نہ ہو۔ تفصیلاً یوں سمجھو کہ انسان میں ادراک کی دو نوع ہیں۔ ادراک جزئی اور ادراک کلی

ادراک جزئی وہ ہے کہ جو آلات بدن میں سے کسی آلے کا محتاج ہو جیسے دیکھنا۔ سننا۔ چکھنا۔ سونگھنا۔ چھونا۔ اس قسم کے ادراک کو احساس اور ادراک

آلات کو جو اس کہتے ہیں (خیال و وہم بھی اسی نوع سے ہیں)

ادراک کلی وہ ہے جسے تعقل اور منطق کہتے ہیں اس قسم کے ادراک میں نفس ناطقہ

کسی آلے کا محتاج نہیں ہے بلکہ ادراک ادسکو بطور خود حاصل ہوتا ہے۔ اسی

اعتبار سے نفس ناطقہ کو عقل بھی کہتے ہیں۔

ادراک کے دو تباہن قسموں پر تقسیم ہونے سے ارادہ انسانی بھی دو قسموں پر

متقسم ہو جاتا ہے۔



(۱) ارادہ عقلی جو عقل سے پیدا ہو۔

(۲) ارادہ غیر عقلی جو احساس یا توہم یا تخیل سے پیدا ہو۔

ارادہ عقلی سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں انہیں شہوت و غضب کو دخل نہیں ہوتا (تمام مرضات الہیہ اسی پر مبنی ہیں) انہیں دونوں متذکرہ بالا اثر از ارادہ عقلی اور ارادہ غیر عقلی کے ساتھ مختص ہونے سے انسان اشرف المخلوقات بنا اور تکلیف الہی کا مورد قرار پایا۔

اگرچہ حیوان مطلق بھی شعور اور ارادہ رکھتے ہیں لیکن اونکا شعور محض حسی اور اونکا ارادہ محض غضبی ہوتا ہے اونکو فقط عبادت طبعی تو حاصل ہو لیکن اون سے صدور اخلاص ممکن نہیں کیونکہ یہ امر خاصۃً ارادہ عقلی سے متعلق ہے۔

ہاں ملائکہ البتہ جنس جوہرین انسان کے ساتھ شریک ہیں مگر چونکہ اونکی معرفت دائم کے معارف سے مطلقاً محفوظ ہو اور اون کا اخلاص شہوت اور غضب کے شائبے سے مطلقاً مبرا ہے لہذا وہ مورد تکلیف الہی نہیں ہیں۔

تکلیف کلفت سے مشتق ہو اور ملائکہ کو معرفت اور عبادت میں کچھ کلفت نہیں اس حیثیت سے انسان کو ملائکہ پر ترجیح دی جاسکتی ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں

نہ فلک راست مسلم نہ ملک را حاصل	انچہ در سر سویدای نبی آدم از دوست
---------------------------------	-----------------------------------



اور یہ قطعہ بھی کسی نے خوب کہا ہے۔

آدمی زاد طرفہ معجز نیست	از فرشتہ سرشتہ در جیون
گر کند میل آن شود بد ازین	در کند قصد این شود بد از ان

یہ بھی جانتا چاہئے کہ نفس ناطقہ جس جہت سے ادراک مقولات کرتا ہو اور اسکو حکما قوت نظری و عقل نظری کہتے ہیں اور جس جہت سے نفس ناطقہ امر خیر پر آمادہ ہوتا ہے اور اسکو قوت عملی اور عقل عملی کہتے ہیں۔

انہیں دونوں جہتوں کے تکمیل کو حکمت وضع کی گئی ہے۔ جس جہت سے قوت نظری کی تکمیل ہوتی ہو اور اسکو حکمت نظری کہتے ہیں اور جس جہت سے قوت عملی کی تکمیل ہوتی ہو اور اسکو حکمت عملی کہتے ہیں۔

عرف شرع میں اسی کمال قوت عملی کا نام ایمان ہے اور اسی کمال قوت عملی سے عمل صالح مراد ہے۔ پس حقیقہً اس بات میں حکمت اور شرع کو مخالفت نہیں ہے میرا اصلی مقصود اس بحث سے یہ ہے کہ انسان ارادہ عقلی کا مادہ موجود ہوتے ہوئے اگر ارادہ غیر عقلی سے کام لے تو وہ جانوروں سے بدتر ہے اور اگر ارادہ غیر عقلی کا مادہ موجود ہوتے ہوئے ارادہ عقلی سے کام لے تو اس سے ملائکہ پر شرف ہے کیونکہ فرشتوں کو قدرتی طور پر ارادہ غیر عقلی کی استعداد ہی حاصل



نہیں ہے بخلاف اسکے انسان دونوں ارادوں کا جامع ہو کر اگر عقل سے کام لینے پر استعداد ہو تو ثابت ہو گا کہ اسے خواہشات نفسانیہ پر مرضات الہیہ کو مقدم رکھا۔

پس گویا تکلیف و تشریف کا سارا دار و مدار عقل انسان پر ہے۔  
اب ہم اپنی بحث کی تائید میں چند حدیثیں اور آیتیں نقل کرتے ہیں  
جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کو کسی شخص کا حسن حال دریافت کرنا ہو تو لازم ہو کہ اس کے حسن عقل پر نظر کرو کیونکہ ہر شخص بقدر اپنی عقل کے جزا پاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ قول شریف بھی ہے کہ خداوند عالم نے اپنی بندوں کو عقل سے زیادہ افضل کوئی شے عطا نہیں فرمائی۔ عاقل کا سونا جاہل کے جاگنے سے بہتر ہے اور عاقل کا کھڑا رہنا جاہل کے سفر سے افضل حق تعالیٰ نے کسی نبی اور رسول کو سبوت نہیں فرمایا جب تک کہ وہ کمال عقل کو نہ پہنچے اور اسکی عقل جمیع امت کے عقول سے افضل نہ ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص عاقل ہے اس کے لیے دین ہی اور جس کے لیے دین ہے اس کے لیے جنت ہے۔



امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مخلوق پر خدا کی جہتیں دو قسم کی ہیں ایک  
حجت ظاہر یعنی انبیاء و رسل و آئمہ دوسرے حجت باطنہ یعنی عقل۔

آپ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ جبریل امین نے حضرت آدم کے خدمت  
میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ تین چیزوں میں سے ایک کو اختیار کیجے آپ نے  
پوچھا وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ کہا عقل۔ حیا۔ اور دین۔ حضرت آدم نے  
فرمایا کہ میں نے عقل کو اختیار کیا جبریل کے حیا اور دین سے کہا کہ تم دونوں  
چلو اور عقل کا ساتھ چھوڑ دو۔ حیا اور دین نے کہا ہم کو حکم خدا ہے کہ جہاں  
عقل رہے ہم دونوں بھی اسی کے ساتھ رہیں۔

کسی نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کی عبادت اور دینداری  
کی تعریف کی آپ نے پوچھا کہ اس کی عقل کیسی ہے کہا میں نہیں جانتا۔ آپ نے  
فرمایا کہ عبادت کا ثواب بقدر عقل ملتا ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص خداوند عالم  
کی بہت عبادت کرتا تھا ناگہان اوس طرف کسی فرشتے کا گذر ہوا فرشتے نے  
اوس شخص کی کثرت عبادت دیکھ کر بارگاہ باری تعالیٰ میں مسألت کی کہ خداوند  
مجھے اس عابد کے مقدار ثواب پر مطلع فرما جب اوس کا ثواب عمل فرشتہ پر ظاہر  
کیا گیا تو فرشتے کو ثواب کی مقدار بہ نسبت عبادت کے بہت کم معلوم ہوئی



حق تعالیٰ نے فرشتے کی جانب وحی کی کہ تو بصورت انسان اس عابد کے پاس جا کر پیام کرو۔ مان قلت ثواب کا حال تجھ پر کھل جائیگا۔ فرشتہ حکم ربانی بصورت انسانی اس عابد کے پاس آیا اور اس کا شریک خدمت بن کر مقیم ہوا۔ صبح کو عابد سے کہا کہ تیرا مسکن عبادت کے لیے نہایت ہی موزوں ہے عابد نے کہا کہ مان مگر ایک عیب ہے کہ میرے خدا کے مویشی نہیں ہیں اگر اس کا کوئی گدھا ہوتا تو میں اس کو اس مکان میں چراتا۔ کیونکہ یہاں کی ہری ہری دو بھفت ضائع ہوتی ہے۔ فرشتے نے کہا تیرے رب کے یہاں کوئی گدھا نہیں ہے عابد نے کہا کہ اگر اس کے یہاں گدھا ہوتا تو ایسی عمدہ گھاس ضائع نہ ہوتی۔ پس خدا نے اس فرشتے کو آگاہ فرمایا کہ دیکھ میں اس عابد کو اسی کی عقل کی مقدار میں ثواب دیتا ہوں۔ کیونکہ جب اس کے نقص عقل کی وجہ سے معرفت الہی میں نقص واقع ہوا تو ثواب بھی ناقص ملا۔

حضرت امام موسی کاظم کی حدیث ہو کہ پروردگار عالم اپنی کتاب پاک میں اہل عقل و  
فہم کو بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے <sup>۱۵</sup> فہم عباد الذین یتمعون القول ۱۵ یتبعون  
احسنہ اولئک الذین ھدائهم اللہ واولئک ہمہم اولو الالباب



یعنی (اے محمد) ہمارے اون بندوں کو خوشخبری دو جو ہمارے کلام کو کان لگا کر  
سنے میں اور اوسکی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکو خداوند نیک  
ہدایت دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔ انتہی

درحقیقت خداوند عالم نے نوع انسان کے لیے جنہوں کو عقل کے ساتھ کامل کیا ہے  
اور انبیاء کی نصرت میں دلائل قاطعہ کے ساتھ اپنی ربوبیت پر دلالت فرمائی  
چنانچہ ارشاد فرمایا ہے وَاللّٰهُمَّ اِلٰهَ الْاَصْوَاحِ الرَّحِيْمِ  
اَنْ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ  
وَالْفَلَکِ الَّتِیْ تُجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اِلٰہُ مِنَ  
السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاءٍ فَاحْیَا بِہِ الْاَرْضَۃَۤ اَعْدٰی مَوْتِہَا وَبَثَّ فِیْہَا  
مِنْ کُلِّۢ دَابَّةٍ وَتَصْرِیْفِ الْوَحْیِ وَالسَّحَابِ تُنْخِرُ بَیْنَ السَّمَاۗءِ  
وَالْاَرْضِ لَا یَتْلُوْنَ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ یعنی تمہارا معبود خدا ہی واحد ہے  
اور اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔ بیشک آسمانوں اور  
زمینوں کے پیدا کرنے میں اور رات دن کی گردش میں اور جہازوں میں جو  
لوگوں کے فائدے کی چیزیں لیکر سمندر میں چلتے ہیں اور مینہ میں جسکو امتد  
آسمان سے برساتا ہے پھر اوسکے ذریعہ سے زمین کو اوسکے مرنے یعنی امتداد

سورہ یوسف



ہونے کے بعد زندہ یعنی شاداب کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں میں اور ہواؤں  
 کے پھرنے میں اور بادلوں میں جو مابین آسمان و زمین گہرے رہتے ہیں (غرض  
 کہ ان سب چیزوں میں) اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (خدا کی  
 قدرت کی) نشانیاں ہیں

اور حق تعالیٰ نے عقل کو اپنی معرفت اور کار سازی پر دلیل گردانا ہے چنانچہ  
 فرماتا ہے <sup>۵۱</sup> وَسَخَّر لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمِ  
 مَسْحَرَاتٍ بَاصْرَةٍ اِنْ فِي ذَلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ۔ یعنی

(اُسی قادر مطلق نے) رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارا تابع کیا ہے  
 اور ستارے بھی اُسی کے حکم سے مسخر ہیں ان چیزوں میں (قدرت خدا کی)  
 نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں اور فرماتا ہے۔ <sup>۵۲</sup> هُوَ الَّذِي  
 خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا  
 ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا أُمْتًا مُّوَدَّعًا وَنُكْرًا مِنْ يَتُوفَىٰ مِنْ  
 قَبْلِ وَلِتَبْلُغُوا أَجْلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔ یعنی وہی خدا ہی  
 جسے تم کو پہلے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر بوتڑے سے پھر تم کو بچہ کی صورت  
 (ان کے پیٹ سے) نکالتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر بوڑھو ہو جاؤ

سورہ نحل

سورہ ہود



اور تم میں سے کوئی دان اوقات سے) بیشتر بھی مر جاتا ہے اور تم میں سے جس کو  
 جوانی یا بڑھاپی تک زندہ رکھا جاتا ہے تو اس غرض سے کہ تم وقت مقرر تک  
 پہنچو اور خدا کی قدرتوں کو عقل سے سمجھو۔ اور فرماتا ہے <sup>۱</sup> واختلاف الليل  
 والنهار وما أنزل الله من السماء من رزق فأحيا به الأرض  
 بعد موتها وتصريف الرياح آیت لقوم يعقلون۔ یعنی رات  
 اور دن کی گردش میں اور اس رزق میں جس کو اللہ آسمان سے اوتارتا ہے  
 پہاڑوں کے ذریعہ سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور ہواؤں کے رد و بدل  
 میں قدرت خدا کی (نشانیاں ہیں) انہیں لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں اور  
 فرماتا ہے <sup>۲</sup>اعلموا أن الله يحيي الأرض بعد موتها قد بينا  
 لكم الآيت لعلكم تعقلون یعنی تم جانتے ہو کہ اللہ زمین کو اوسکے مرنے کے  
 بعد پھر جلاتا ہے۔ ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں تم سے واضح طور پر بیان کر دی  
 ہیں تاکہ تم سمجھو۔

اور فرماتا ہے <sup>۳</sup>وفي الأرض قطع متجورات وحبنت من أعناب  
 ونراع ونخيل صنوان وغير صنوان يسقي بماء واحد بفضل  
 بعضها على بعض في الاكل <sup>۴</sup>ان في ذلك لآیت لقوم يعقلون

سورہ بقرہ

سورہ حدید

سورہ عہ



یعنی زمین میں باہم ملے ہوئے قطعے اور انگوڑ کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت  
 (جنہیں بعض موشاخے میں اور بعض دوشاخے نہیں حالانکہ ایک ہی پانی سے  
 سینچے جاتے ہیں اور اون کے پھلون میں ہم بعض کو بعض پر برتری دیتے ہیں بیشک  
 ان سب چیزوں میں (خدا کی قدرت کی) نشانیاں ہیں اون لوگوں کے لیے جو  
 عقل کو کام میں لاتے ہیں۔

سورہ

اور فرماتا ہے <sup>۱۱</sup>وَمِنْ آيَاتِهِ يَرْسِلُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ  
 مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ  
 لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ یعنی اسی خدا کی (قدرت کی) نشانیوں سے یہ بھی ہے  
 کہ وہ کھوڑنے اور امید کرنے کے لئے بجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی  
 برساتا ہے اور اس پانی سے زمین مردہ کو زندہ کرتا ہے ان (سب باتوں) میں  
 (خدا کی قدرت کی) نشانیاں ہیں اون لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔

سورہ

اور فرماتا ہے کہ <sup>۱۲</sup>قُلْ تَعَالَوْا اتْلُ مَا حَرَّمَ عَلَيَّكَ الْأَتْشَرَ كَوَابِ شَيْءٍ  
 وَمَا لِدِينِ احْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَمْلَاقٍ نَحْنُ نَنْزِلُكُمْ  
 وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا  
 تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ الْأَبْحَاقُ ذَلِكَمْ وَصَلَكُمْ بِكُمْ



تَعْقِلُون - یعنی (ای محمد صلعم) لوگوں سے کہو کہ اوہراؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑ کر  
 سناؤں جو تمہارے رب کے تم پر حرام کی ہیں یہ کہ کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ - اور  
 ماں باپ کے ساتھ احسان کرو - افلاس کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو - کیونکہ  
 ہم تمہیں اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں - اور بھائی کی کہلی اور چھپی باتوں کے  
 نزدیک نہ جاؤ - اور جان جسکے مارنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس سے نہ مارو  
 بحر اس صورت کے کہ اس کا مار ڈالنا حق ہو ان سب باتوں کا خدا نے حکم دیا  
 تاکہ تم سمجھو۔

اور فرماتا ہے **ضرب لکم مثلا من انفسکم مثل لکم مما ملک ایمانکم**  
**من شرکاء فی ما رزقناکم فانتہ فیہ سواء** متخافونہم کخیفۃکم  
**انفسکم** **کن لک فضل الایۃ لقوم یعقلون** - یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے  
 (سمجھنے کے) لیے تمہاری ایک مثل بیان کرتا ہے کہ جن غلاموں کے تم مالک ہوئے وہ  
 تمہاری اوس روزی میں جو ہم نے تم کو دی ہے تمہارے شریک ہیں پس تم اور وہ اوس  
 روزی میں برابر ہو اور تم انکی ویسی ہی پرداخت کرتے ہو جیسی اپنی - جو لوگ  
 عقل رکھتے ہیں ان کے لیے اسی طرح ہم اپنی نشانیاں واضح کرتے ہیں -  
 اور پروردگار عالم نے صاحبان عقل و فہم کو بہترین زینت کے ساتھ مزین کیا ہے



اور او کا ذکر حسن و خوبی کے ساتھ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد کرتا ہوں۔ یٰٰٓوٰتٰی  
 الْحِكْمَةِ مِنْ بَشَرٍ وَمِنْ يُّوْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذْكُرُ  
 إِلَّا أَوَّلَ الْبَابِ۔ یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے سمجھ اور عقل دیتا ہے اور جسکو  
 سمجھ اور عقل دی گئی اوس نے فی الواقع بڑی نعمت پائی۔ اور نصیحت بھی وہی پائی ہیں  
 جو عقل اور فہم والے ہیں۔

پھر فرماتا ہے۔ اِنْ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاختِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ  
 لَاٰيٰتٍ لِّاُولٰٓئِی الْاَلْبَابِ یعنی آسمان و زمین کی ساخت اور رات اور دن  
 کے رد و بدل میں عقلمندوں کے سمجھنے کو قدرت خدا کی نشانیاں ہیں۔

اور فرماتا ہے اَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ مِنَ الرِّبِّ الْحَقُّ مِّنْ رَّبِّهِمْ اَعْمٰی  
 اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولََٓٔا الْبَابِ یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قرآن میں جو کچھ پروردگار  
 کی طرف سے (امی پیغمبر) تم پر نازل ہوا برحق ہو کیا یہ شخص مثل اوس شخص کے دے  
 نصیب ہو گا جو اندھا یعنی بے سمجھ ہو قرآن سے وہی لوگ نصیحت کھڑے ہیں  
 جو عقلمند ہیں۔

اور فرماتا ہے۔ اَمِنْ مَّحْوَ قَانِتِ اَفَاءِ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَامًا یَّحْذَرُ الْآخِرَةَ  
 وَیَرْجُو رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّهِ قُلْ یٰٓاُولَٓئِیْ الذِّیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

سورہ یوسف

سورہ آل عمران

سورہ رعد

سورہ بقرہ



انما یتذکر اولوالالباب یعنی کیا جو شخص رات کو تنہائی میں خدا کی عبادت سجدے اور قیام کے ساتھ پچھلاتا ہے۔ آخرت سے ڈرتا ہے۔ اپنی پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو۔ (بندہ نافرمان کے برابر ہو سکتا ہو) اسی پیغمبر کو گونہ گو کہو کہ پہلا کہیں جانتے والے اور نہ جانتے والے ہی برابر ہوتے ہیں۔ بیشک نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

سورہ

اور فرماتا ہے کتب انزلنا الیک مبارک لیدبروا الیہ ولیتذکر اولوالالباب یعنی (ای محمد) یہ مبارک کتاب (قرآن) ہے تم پر نازل کی تاکہ لوگ اوسکی آیتوں پر غور کریں اور جو لوگ عقل رکھتے ہیں نصیحت پذیر ہوں۔ اور فرماتا ہے ولقد اتینا موسیٰ الہدیٰ واورشنا بنی اسرائیل الکتاب حدک و ذکر الاولی الالباب یعنی تحقیق ہم نے موسیٰ کو تورات عطا کی اور بنی اسرائیل کو اوسکا وارث بنایا جس میں عقلمندوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

سورہ

اور حق سبحانہ تعالیٰ نے اوں لوگوں کی مذمت کی ہے جو کچھ نہیں سمجھتے اور عقل سے کام نہیں لیتے چنانچہ فرماتا ہے واذ اقبل لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما القینا علیہ اباؤنا اولوکان اباؤہم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون۔ یعنی جب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم خدا نے اوتارا ہے

سورہ



اوسکی پیروی کرو تو کہتے ہیں نہیں بلکہ ہم اپنے باپ دادوں کی روش پر چلیں گے  
چاہے اون کے باپ دادے نہ عقل سے کام لیتے رہے ہوں نہ راہ راست پر  
رہے ہوں۔

اور فرماتا ہے <sup>۱</sup>وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الْيَعْقِ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دَعْوًا  
وَنُدَاءً ثُمَّ يَكْمُمُ كَيْفَ فَهُمْ لَا يُعْقِلُونَ یعنی کفار کے مثل اوس شخص کی سی ہے  
جو ایک ایسی چیز کے پیچھے پڑا چلا جاتا ہے جو سنتی سناتی نہیں محض بلانا اور پکارنا ہے  
ایسے لوگ برے۔ گونگے اور اندھے ہیں عقل سے کام نہیں لیتے۔

اور فرماتا ہے <sup>۲</sup>وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَسْمَعُ الصَّهْمَ وَلَوْ كَانَ  
لَا يُعْقِلُونَ یعنی راہی محمد صلعم انہیں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو تمہاری باتوں  
پر فقط کان لگاتے ہیں تو کیا تم ان بھون کو سنا سکو گے اگرچہ وہ عقل بھی نہ رکھتی  
اور فرماتا ہے <sup>۳</sup>أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ لَيْسَمِعُونَ أَوْ يُعْقِلُونَ إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْأَكْالِ  
نَامِ بِلَهُمْ أَصْلُ سَبِيلٍ۔ یعنی اے پیغمبر کیا تم خیال کرتے ہو کہ اون میں سے  
اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو مثل جانوروں کے ہیں بلکہ اون سے بھی گئی گزری ہو  
اور فرماتا ہے <sup>۴</sup>لَا يَتْلُونَ كِتَابَكَ حَتَّىٰ يَكُونُ لَكَ فِي قُلُوبِهِمْ حَسَنَةٌ أَوْ كِتَابٌ  
جَدِيدٌ أَوْ سَمْعٌ يَسْمَعُونَ شِدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَلِكِ

سورہ بقرہ

سورہ بقرہ

سورہ بقرہ

سورہ بقرہ



بانہم قوم لایعقلون۔ یعنی یہ سب فکر تم سے نہیں اڑ سکتے۔ سوا محفوظ  
 بستیوں کے یا دیواروں کی آڑ میں۔ آپس میں ان لوگوں کا بہت رعب  
 ہے تم ان سب کو ایک یعنی متفق سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل پر گندہ ہیں  
 اس لیے کہ ان لوگوں میں عقل بالکل نہیں۔

غرض کہ ان تمام روشن دلیلوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ حسن قبح  
تمام چیزوں کا عقلی ہے اور بیشک اس کلیہ مسلمہ سے کوئی ایسا شخص جسکا دماغ  
صحیح ہو انکار نہیں کر سکتا۔

معتبر تو اسکے قائل میں کہ حسن و قبح اشیا عقلی ہے البتہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ حسن و قبح اشیا محض شرعی ہے لیکن ان کی یہ بات بلا دلیل ہے کیونکہ فی نفسہ اشیا کا بہت حسن و قبح سے خالی ہونا غیر ممکن ہے اگر ایسا نہ ہو تو قبل ظہور

(۱) لا حکم للعقل فی حسن الاشیاء و قبحها یعنی حسن و قبح اشیا میں عقل کا کیا حکم نہیں (شرح مواقف)  
(۲) ظاہر للعقل حکم فی حسن الاشیاء و قبحها یعنی حسن و قبح اشیا میں عقل کو دخل نہیں (عقائد عضدیہ)  
(۳) لا حسن ولا قبح عقلیہیں عندنا یعنی ہمارے نزدیک حسن و قبح (اشیا) عقلی نہیں ہیں (شرح عقائد عضدیہ)

(هم) نیست عقل را حکم و حسن و قبح چیزها و نزد معتزله حسن و قبح عقلی است (بغیة المراد  
شرح القامد صدیق حسن خان)



حکم شرع کو ہی فعل ممدوح یا مذموم سمجھنے کے قابل نہیں ہو سکتا یعنی نہ عدل  
 و ظلم میں کوئی فرق قائم ہو سکتا ہے اور نہ کسی فعل ممدوح و مذموم کے فاعل  
 مثاب و معذب قرار پاسکتے ہیں اور یہ محال ہے۔ ہاں اس حیثیت سے کہ جب  
 شارع بمنطوق و ما ینتقل عن الہوے ان ہوا لا وحی یوحی  
 معصوم و محفوظ عن الخطا ہر اتویہ کنایا نہ ہوگا کہ عقل و شرع ایک  
 چیز ہیں۔ لیکن قانون شرع کو قانون عقل سے قطعاً جدا کر کے اوس کے  
 حسن و قبح کا قائل ہونا بالکل ہی ایک فاسد خیال ہے اور اگر وہم کا نام  
 عقل رکھ لیا گیا ہے یا علمائے مذہب کی کلیات مدونہ موضوعہ کو شرع  
 سمجھا گیا ہے تو ایسا خیال فقط فاسد ہی نہیں بلکہ فاسد علی الفاسد ہے۔  
 یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اگر شارع کے اقوال و افعال مطلقاً واجب الاتباع  
 ہیں لیکن ان اقوال و افعال کی نقل و روایت میں جو سقم واقع ہوتے ہیں  
 ان کے مرتفع کرنے کو ارباب جرح و تعدیل عقل ہی سے اصول و روایت مقرر  
 کرتے ہیں اور جب کہ احادیث رسول کے حسن صحت دریافت کرنے کو اصول عقلیہ  
 کی ضرورت ہے تو استنباط فقہاء کے رد و قبول کا دار مدار بدرجہ اولیٰ عقل  
 پر ہوگا۔



ان سب کو جانے دو اور سرے سے غور کرو تو خود واجب الوجود ہی کی معرفت  
 عقلی پاؤ گے اور بے ساختہ کہہ دو گے کہ

کلام والوں کے دعویٰ میں سرسبز اصل	بس اونکی رائیں میں پابند فرع عقلی کی
خدا کو عقل سے پہچانا جب کہ بنے مذاق	بڑی دلیل یہ جو حسن قبح عقلی کی

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی معرفت بھی عقلی ہے شرعی نہیں ہے کیونکہ کسی  
 بنی کی شریعت اسکی نبوت کی تصدیق سے پہلے تسلیم نہیں کی جاسکتی جب  
 بنی کی تصدیق ہو لے گی تب کہیں اسکی شریعت پر عمل کیا جا سکا نہ یہ کہ تسلیم  
 شریعت کے بعد تصدیق نبوت عمل میں آئے۔

انہیں تصدیقات قلبیہ یعنی عقائد کو ایمان کہتے ہیں اور ایمان ہی پر دین و مذہب  
 کی بنیاد ہے گو علی العموم یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ قلبی تصدیق ہی کا نام ایمان  
 اور اعتقاد ہے لیکن پہر ہی عجب ہے کہ اکثر اسلامی فرقے جس طرح فروع عملیہ میں  
 تقلید کے پابند ہیں اسی طرح اصول عقائد میں بھی تقلید بلا تحقیق کو واجب  
 سمجھتے ہیں حالانکہ درحقیقت اعتقادات میں تقلید حرام ہو کیونکہ تصدیق قلبی محض  
 تحقیق سے حاصل ہوتی ہے لہذا سہ تکلف پر لازم ہے کہ بجا سے خود عقل اور فکر سے

فروع عملیہ اور جوارح سے متعلق میں جس طرح اصول دینیہ کو قلب سے تعلق ہے



کام مے تاکہ تحقیق کی شعاعیں سطح قلب کو تصدیق کے نور سے روشن کر دیں  
 ورنہ تقلید کی تاریکیوں میں ٹوٹنے سے بھی دست دل تصدیق کو نہیں پاسکتا  
 اور شک میں نہایت آزادی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جاہلانہ تقلید کی حلاوت  
 سے عافلانہ تحقیق کی تلخی ہزار درجہ لذید اور خوشگوار ہے۔

## سوالی

نبی پر جو سو جان سے قربان نہیں ہر	وہ مقبول درگاہ سبحان نہیں ہے
حدیث نبی کو نے جو نہ دل سے	وہ حیوان مطلق ہر انسان نہیں ہے
روایت یہ اک جمع اصحاب سے ہے	بلا و حجبہ مشہور و دوران نہیں ہے
پھر سچ سے حضرت تو خم میں پہنچ کر	کہا آگے جانیکا فرمان نہیں ہے
سنین مجتمع ہو کے سب حکم میرا	کہ یہ حکم بے وحی یزدان نہیں ہے
پڑا خطبہ پھر جا کے بالائے منبر	کہا دیکھو ہر روز کیساں نہیں ہے
عجب کیا جو چوڑوں میں اب اس جاکو	غم موت کا کوئی درمان نہیں ہے
مرے بعد ہرگز نہ تم یہ سمجھنا	کہ اب رہنمائی کا سامان نہیں ہے
تمہاری ہدایت کو ہے میری عترت	اکیلا فقط ایک قرآن نہیں ہے



تو پھر خوفِ اغواءے شیطان نہیں ہے  
 اور اس میں ذرا شک کا امکان نہیں ہے  
 جو منکر ہو کامل با ایمان نہیں ہے  
 ہے وہ کون جو اس سے شادمان نہیں ہے  
 مسرت کی کچھ حد و پایاں نہیں ہے  
 زمانہ میں اب تمناؤں نشان نہیں ہے  
 نبی کی طرح اور یہ آسان نہیں ہے  
 مثالِ شبِ تاریک نہان نہیں ہے  
 وہ مومن نہیں ہے مسلمان نہیں ہے

کرو گے جو ان دونوں سے تم تمسک  
 سنجو بطرح میں ہوں مولا تمہارا  
 اوسو بطرح تم سب کے مولا میں حیدر  
 گزارش کیا سب نے خطے کو سنکر  
 کہا ملے حیدر سے حضرت عمر نے  
 مبارک ہو اے شاہِ ملک و لایت  
 کہ مولا ہوئے آج تم مومنوں کے  
 مذاق اس سے کالشمس ہے آشکارا  
 کہ جو شخص حیدر کو مولا نہ سمجھے

## قطعہ

عبت بعض سنی ہیں مجھے ملول  
 بلا وجہ معقول و نصِ حبلی  
 میں کہتا ہوں کیا ہے اے مذاق  
 بنی کے ہیں چوتھے خلیفہ علیؑ



# مضامین الف - ح - مغربی

پرودہ نسوان نمبر (۱)

سید نذیر حسین صاحب - بی - اے - انبالوی کا جو مضمون ”در باب مخالفت پرودہ نسوان علیگڑھ منتقلی (مطبوعہ ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء) میں شائع ہوا ہے اس میں سید صاحب نے اپنی انوکھی دلیل سے فطرۃ مرد و زن کا برابر ہونا ثابت کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب دونوں جنسوں کا مرتبہ مساوی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ عورتوں کے لیے پردے کی قید مخصوص کی جائے چنانچہ فرماتے ہیں کہ

”فطرۃ مرد و زن برابر ہیں بالکل برابر

من حیث المجموع برابر یا یون کہنے کے

دونوں ناقص ہیں اور دونوں ایک

دوسرے کا تتمہ“

یعنی مرد و زن اپنے اپنے فطرتی نقص و کمال کے اعتبار سے ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور اس حیثیت سے دونوں کا درجہ برابر ہے۔ پس عدالت کا اقتضایہ نہیں ہو سکتا کہ مرد باہر نکلیں عورتیں پردے میں رہیں۔ مرد سیر کرین ہوائیں کھائیں عورتیں ان دھپسیوں کے محروم رکھی جائیں۔



اس میں شک نہیں کہ بی۔ اے صاحب کا یہ پوائنٹ بہت ہی بلیغ ہے اور غور کیجئے تو اس سے عجیب غریب نچرل نکات مستنبط ہوتے ہیں۔

مثلاً فطرۃ انسان کے اعضائے جسمانی برابر ہیں۔ بالکل برابر۔ مگر من حیث المجموع برابر یا یوں کہئے کہ سب ناقص ہیں اور سب ایک دوسرے کا تتمہ یعنی تمام اعضا اپنے اپنے فطرتی نقص و کمال کے اعتبار سے ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور اس لحاظ سے سب کا درجہ مساوی ہے پس انصاف کا مقتضایہ نہیں ہو سکتا کہ منہ کو مٹن چا پ کھلائے۔۔۔ کوہ کھلائے۔ منہ کو کھلا رکھے۔۔۔ کو تیلون میں چھپائیے۔

## پروہ نشو و ان

نمبر ۲

راز جو ناش ہوا و سکو وہ چھپائیں کیونکر	حسن پردہ کے حصول نہ دکھائیں کیونکر
روکے پردے میں نہیں بچوں کی مائیں کیونکر	جن پر زادوں کے مزدوں میں نہیں استعداد
بیگمی جان کی ظاہریوں و امین کیونکر	چار دیواریں کو پردے میں جو رکھیں محبوب
لیکن اسب لونی کو گوری بنائیں کیونکر	گوں پہنائی انہیں کہنا سکھایا ایسے نو
پہر بہلا کوئی بتائے کہ نہائیں کیونکر	بنی کہتی ہیں نہ ٹب ہو نہ ہی عہدہ صابون



چہری کا منہ نہیں موجود تو کہا میں کیونکر  
 کونسی چیز بجایا کر میں گائیں کیونکر  
 سیر کرنے کے لیے چکر تو یہ جائیں کیونکر  
 بات جو ہونے بتانے کی بتائیں کیونکر  
 بی بی کو پردہ میں رکھیں تو کہا میں کیونکر

میز کرسی نہیں برتن کا نہیں سٹ پورا  
 نہ پیانو ہے نہ میوزک کو قواعد کی کتاب  
 نہ فٹن ہی نہ چرٹ ہی نہ کوئی ٹمٹم ہے  
 کورٹ شپ کتھو میں جس چیز کو بس ایک چیز  
 مغربی اصل میں روٹی کی پڑی ہے ہمسکو

## پردہ نسوان

بخبر

تعلیم دے کے عورتوں کو کرو خوش خلات  
 ہو جا حکم شرع اور نہیں سرسبز معات  
 جس طرح گشت کرتی ہیں زنا نورات  
 ہندوستان کو کہنے لگیں لوگ کوہ قاف  
 برقت بیل و نہیں کا کر میں شوق سے طواف  
 ہر روز روز عرس ہو ہر شب شب نواف  
 پردہ نشین رہیں نہ خواتین باعفات  
 تعلیم پائے ہو گئیں پردے کے وہ خلات

تعلیم یافتہ یہی کہتے ہیں صاف صاف  
 دھو جا رنگ شرم شرافت کا جسم سے  
 پرے سے نکلیں کوچہ کوچہ پہرا کرین  
 پریوں کے ایسے جہنڈ نظر آئیں ہر جگہ  
 ہر لحاظ و نہیں کی زیارت کیا کرین  
 ہر سال سال جشن ہو ہر ماہ ماہ عید  
 تعلیم زن کا اصل میں مقصود ہے یہی  
 دیکھو کچھ غور ذرا رند یوں کو تم



# پرودہ نسوان

نمبر ۴

ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں نے تہذیب کے فضل و کرم سے اپنی فیشن ایبل زندگی میں بیہوش ترقی نسو مائی کہ اب عورتوں کے بے پردہ کرنے کی بھی ضرورت لاحق ہوئی کیونکہ بغیر اسکے واقعی فیشن کی تکمیل ناممکن ہے۔

تو اب بنائی جائیگی نقال بیباں  
جائیں گی اب نہ سیکے نہ سسٹل بیباں  
جا کر کمائیں گی شرف بال بیباں  
رنگو آئیں گی سفید کہان کمال بیباں  
بیچارے ان بنیں نہ کہیں لال بیباں

نقالیان جو سیکہ چکے ہیں رجال قوم  
تھیٹرون میں جا کے اوڑھائیگی وہ مزہ  
پہنکی گون سیکھیں گی میوزک کے قاعدے  
یہ سب تو ہو ہی جائیگا وقت گریو ایک  
ڈبے کہ رنگ لائے نہ بے پردگی کا سین

## قومی نظم

کر و سماعت تقریر مولوی نذیر  
یہ دونوں رفرلبرٹی کو ہیں نصیر و ظمیر  
یہ دونوں ملک کو محسن ہیں دبیر و وزیر  
یہ دونوں امت کالج کو ہیں بشیر و نذیر

کر و تلاوت اخبار البشیر ضرور  
یہ دونوں حامل و عالم ہیں راز نیچر کے  
یہ دونوں قوم کے صلح کو ہیں بشیر و معین  
یہ دونوں طرز مہذب کے ہیں بان و قلم







~~۱۶۵۴~~  
۱۰۷۹

گلستان نذوق



